سبطین احمد

احراز العوائد وتشئید العقاید

اردو ترجمہ

فوائد المشاہد ونتائج المقاصد

مقدمہ نگار و مترجم

مفکر وحید پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری

احراز الفوائد فی تشیید العقائد

اردو ترجمہ

فوائد المشاہد و نتائج المقاصد

تقریراتِ عارفِ ربّانی استاذنا الشیخ جعفر التستری رحمۃ اللہ علیہ
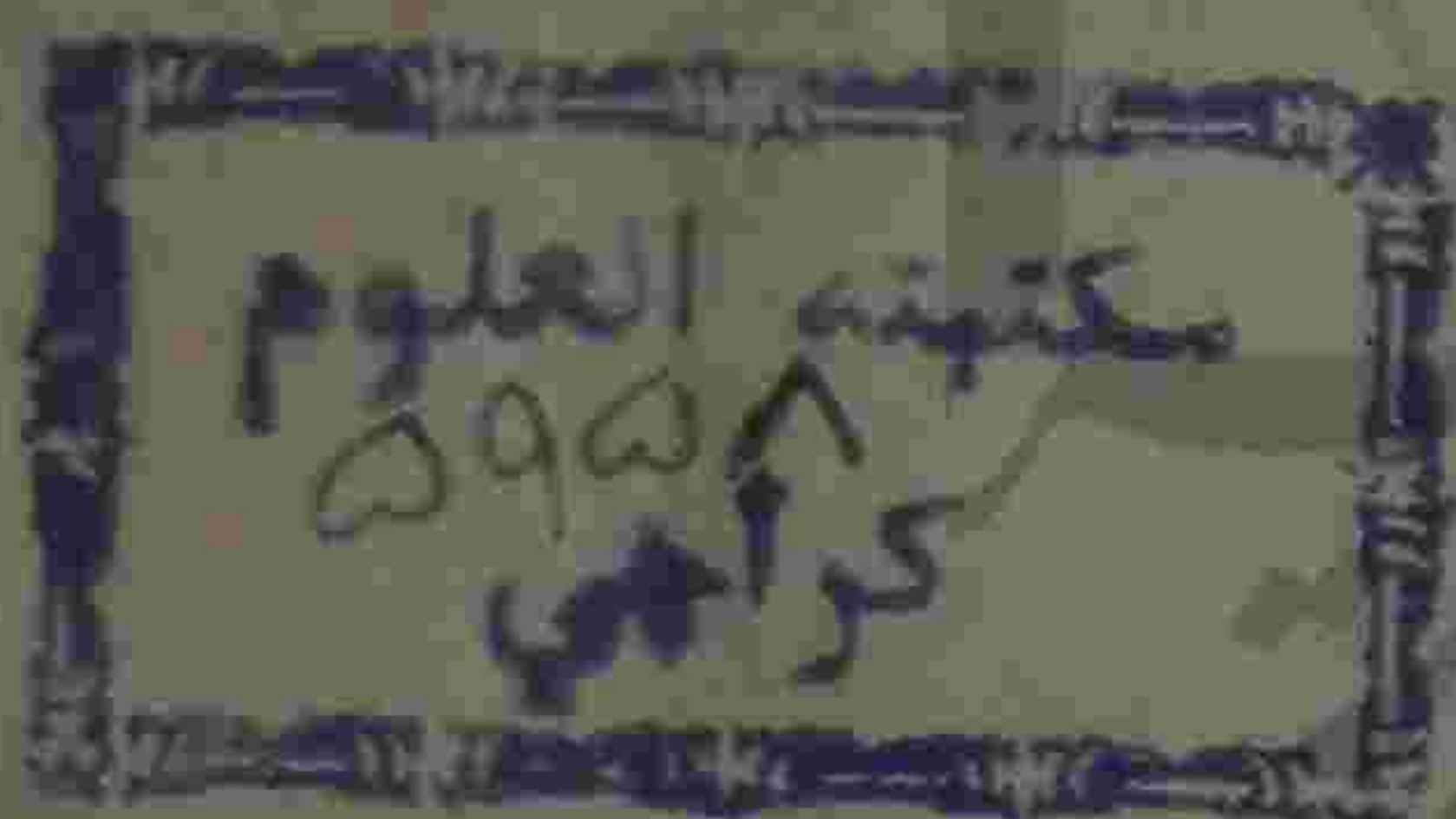
مقدمہ نگار و مترجم

مفکرِ وحید پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری

سنہ ۱۳۷۶ھ

۱۹۵۶ء

بفرمائش

جیب لبیب اخ ایمانی الحاج شیخ

حسین بخش ہمدانی سوداگر، ملتان شہر

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ

(یٰس - آیت ۱۲ پ ۲۲)

بیشک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے اور لکھیں گے جو کچھ وہ آگے بھیجتے ہیں، اور جو آثار ان کے پیچھے رہ جاتے ہیں ۔

برائے ایصال ثواب

مرحومہ حسینیہ بانو نور اللہ مرقدہا بنت الحاج شیخ حسین بخش ہمدانی مرحوم کربلائی

سوداگر ملتان شہر

در محمد و آل محمد ع کا بھکاری

محمد لطیف انصاری

(تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور)
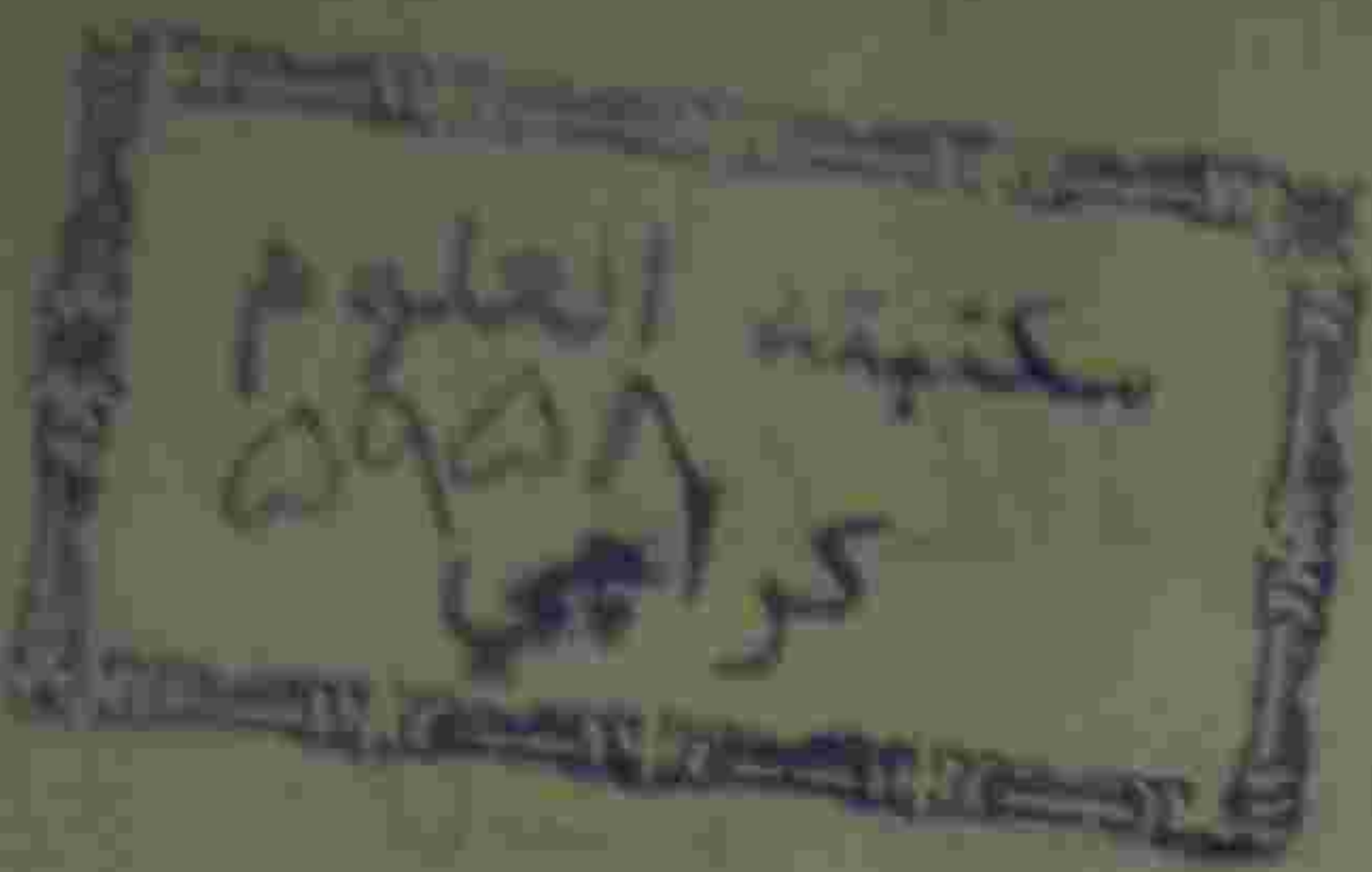
تقریظ

السیّد الممجد السند الممهد المحقق المتوحد مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ لکھنوی

صدر الافاضل مدظلہ العالی

بسمہ تعالیٰ

"احراز العوائد وتشئید العقائد" ترجمہ "فوائد المشاہد" علامہ شیخ جعفر تستری کا مفید ترین صحیح اور سلیس ترجمہ ہے۔

جناب شیخ جعفر تستری عراق و ایران کے مشہور عالم و واعظ تھے۔ زیر نظر کتاب ان کی ذاکری کا ایک نمونہ ہے۔ جو تاریخ ذاکری میں کارآمد ہونے کے علاوہ اس لئے قابل توجہ ہے کہ اس میں فقط نکتہ آفرینی اور لطف اندوزی پہ اکتفا نہیں کی گئی، بلکہ سامعین کو "دعوتِ دین" "تزکیہ نفس" اور عذابِ آخرت سے ڈرانے، تقویٰ کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کتاب میں نہج البلاغہ کے مواعظ کو موضوع فکر بنا کر مواد میں بڑی اہمیّت پیدا ہو گئی ہے۔

عالیجناب، مفکرِ وحید، فاضل سدید، خواجہ محمد لطیف صاحب نیدت مکارمہم قابلِ صد ستائش ہیں کہ موصوف نے اس مفید و بلند پایہ کتاب کو ہماری زبان میں منتقل کر کے واعظین، سامعین اور دین داروں کے لئے اس کا مطالعہ آسان کر دیا ہے۔ یقین ہے کہ ہم اس "تذکرہ" سے ڈریں، اور اپنے نفوس کو ان ہلاکت آفرین مراحل سے بچا سکیں گے۔

مولانا نے آغازِ کتاب میں ایک بہت مفید اور قابلِ توجہ مقدمہ بڑھا کر کتاب کی افادیت میں اضافہ فرمایا ہے۔ خداوندِ عالم موصوف کو جزائے خیر اور ہمیں اس کتاب سے مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

مرتضیٰ حسین عفی عنہ
۲۶ ذیقعد ۱۳۷۵ ہجری

استاذنا علامہ شیخ جعفر شوشتری اعلی اللہ مقامہٗ
کی
شخصیّت اور طرزِ بیان

علامہ سید ابن حسن صاحب نجفی مدظلہ العالی نے الارشاد والعزا پر تبصرہ فرماتے ہوئے جریدہ فریدہ ہفت روزہ "رضاکار" لاہور کی اشاعت ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۵۵ء کے نقد و نظر کے کالم میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے ہم یہاں اسی پر اکتفا کرتے ہیں :-

الارشاد والعزا ترجمہ المواعظ والبکاء مترجم فاضل نبیل جناب پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری۔

"علم و عمل کی دنیا میں "ارشاد و عزا" کی بات چلے، محراب و منبر کے سلسلہ میں مواعظ و بکا کے تذکرے ہوں اور علامہ شیخ جعفر شوشتری اعلی اللہ مقامہٗ کا نام نامی نہ آئے یہ محال عقلی نہ سہی تو محال عادی ضرور ہے، زہد و تقویٰ کی تبلیغ محبت و معرفت کی تلقین اور خصائص حسینیہ کی نشر و اشاعت اسی عارف و فقیہ واعظ کی زندگی کا سب سے بڑا نصب العین تھا۔"

زیرِ نظر مجموعہ علامہ شیخ جعفر شوشتری ہی کی چودہ تقریروں کا ترجمہ ہے جس میں نہ کہیں پر شاعرانہ بناؤ سنگار ہے نہ فلسفیانہ اینچ پیچ اور مناظرانہ چٹاخ پٹاخ، ہاں جو حصہ بھی آنکھوں کے سامنے آجائے علمی وقار کے آگے سر خم ہو جاتا ہے۔ پُرخلوص سادگی دل موہنے لگتی ہے۔ اور بیانِ درد سے وہ کیفیت طاری ہوتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔

تمام مواعظ میں مرکزِ خطاب نفسِ انسانی ہے جو باختلاف نظریات آماجگاہ جذبات یا سرچشمۂ احساسات ہے۔ بہرطور یہ مانی ہوئی حقیقت ہے کہ اچھی خواہشیں

نیک باطنی کے آثار اور بُرے میلانات بد نفسی کے مظاہر قرار دیے جاتے ہیں۔ نیز یہی وہ مسلمہ اخلاقی پیمانے ہیں جن سے انسان کے انفرادی کردار اور اجتماعی سیرت کے ہر پست و بلند کی پیمائش ہوتی ہے۔ بالخصوص "وجدانِ مسرت" جس نے اخلاقیات میں ایک مستقل کتبِ خیال کی طرح ڈال دی ہے اور سب سے اہم جذبہ یعنی غم جس کے ہوتوں آدمی آدمی ہے اور یہ نہیں تو کچھ نہیں۔ بقول جگر مرادآبادی

دل گیا، رونقِ حیات گئی   غم گیا، ساری کائنات گئی

چنانچہ وسعتِ اثر کے پیشِ نظر محترم خواجہ صاحب نے اپنے فاضلانہ مقدمہ میں عواطفِ بشری کے جملہ علائق کا تجزیہ فرماتے ہوئے شبستانِ زندگی کی شمعِ فروزاں "وجدانِ غم" کے گوشہ گوشہ پر مبصرانہ روشنی ڈالی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر "المواعظ والبکا" کو مصحفِ "درد و پند" مان لیا جائے تو خواجہ صاحب کے اس طویل و معقول دیباچہ کو "تفسیر کبیر" کا درجہ حاصل کرنے میں کوئی شے مانع نہیں ہو سکتی۔

اعتذار!

"الارشاد والعزا" کی اشاعت میں اس ارادے کا اظہار کیا گیا تھا کہ مرحومہ دخترم حسنیہ بانو کے ایصالِ ثواب کے لیے سال آئندہ خصائص حسینیہ کا ترجمہ شائع کیا جائے گا۔ چنانچہ بعض مقامات سے مومنین نے اس کے لئے خطوط ارسال فرمائے ہیں۔ یہ کتاب بعض وجوہ سے شائع نہ ہو سکی۔ اس لئے ضروری ہو گیا کہ مومنین کی خدمت میں معذرت پیش کر دوں۔

(اوّلاً) یہ معلوم ہوا کہ خصائص کا ترجمہ اس سے پہلے ہو چکا ہے اگرچہ نایاب ہے (ثانیاً) ترجمہ کے لئے خصائص کا کوئی نسخہ عربی یا فارسی کا دستیاب نہ ہو سکا اس لئے امسال اس کتاب کے ترجمہ کی اشاعت سے قاصر رہا۔

چونکہ مرحومہ کی خدمت بہرحال مطلوب تھی۔ اس لئے "فوائد المشاہد" میں سے سات مجالس کا انتخاب کر کے ان کا ترجمہ مومنین کی خدمت میں حاضر کیا جا رہا ہے۔ میں ان مجالس کے مترجم مفکرِ وحید عالیجناب انصاری صاحب قبلہ کا نہایت ہی احسان مند ہوں کہ انہوں نے باوجود عدیم الفرصتی میری درخواست کو منظور فرما کر اس کارِ خیر کو سرانجام دیا۔ مرحومہ کی روح بھی ان کی شکر گزار ہو گی۔

مومنین سے نہایت ہی عاجزی اور ادب کے ساتھ ملتجی ہوں کہ اس خدمت کی قبولیت اور مرحومہ کی مغفرت و بلندئ درجات کے لئے مخلوص دل سے دعا کریں۔ آئندہ بھی بشرطِ حیات کسی نہ کسی کتاب کی اشاعت سے مرحومہ کی خدمت کرتا رہوں گا۔

کتاب "احراز العوائد وتشئید العقائد" ترجمہ "فوائد المشاہد" جزو اوّل کے لئے خرچ محصول ڈاک وغیرہ مومنین پاکستان موازی چھ آنہ بصیغہ منی آرڈر جناب مولانا مولوی السید گلاب شاہ صاحب پرنسپل مدرسہ جعفریہ مخزن العلوم شیعہ میانی ملتان کی خدمت میں بھیج کر کتاب طلب فرمائیں۔

مومنین ہندوستان موازی چھ آنہ خرچ محصول ڈاک وغیرہ بصیغہ منی آرڈر یا ٹکٹوں کی شکل میں جناب منشی ابرار حسین صاحب کلرک مدرسہ ناظمیہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ کی خدمت میں بھیج کر کتاب مطلوبہ ملتان کے مذکورہ بالا پتہ سے طلب فرمائیں۔

خاک نشین :-

حسین بخش ہمدانی

گوردڑی بازار، شہر ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ!

خطبہ

حمداً لمن خلق الانسان وعلمہ البیان
والصلوٰۃ والسلام علیٰ من علمہ القرآن
وآلہ الامجاد الذین ھم ابلغ فی البتیان
اما بعد فقد قال اللہ المتکلم المنان

آیۂ مبارکہ

اُدع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ
وجادلھم بالتی ھی احسن (النحل آیت ۱۲۴ پ ۱۴)

"تم اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحتوں کے ساتھ بلاؤ۔ اور ان سے اس طریق پر بحث کرو جو نہایت ہی اچھا ہو"

دورِ حاضر دورِ فتن ہے ہم مسلمان ایک نہایت نازک دور میں سے گزر رہے ہیں اس دور میں ہماری سب سے بڑی مصیبت مصیبتِ دین ہے۔

سرکارِ عبد سید الساجدین امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہم السلام نے اپنی ایک دعا میں ارشاد فرمایا ہے:۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِیْ دِیْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا وَمُنْتَھٰی عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَا یَرْحَمُنَا (صحیفۂ کاملہ)

"اے معبود! ہماری مصیبت ہمارے دین میں قرار نہ دے اور دنیا کو ہمارا سب سے بڑا دکھ اور ہمارے علم کا انتہائی مقصد نہ بنا اور ایسے شخص کو ہم پر مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے"

اس دینی مصیبت اور شدید ترین آزمائش کے ساتھ ساتھ :-

۱- سیاسی غلامی

مسلمانوں کو آج دنیا میں کہیں کامل آزادی اور حقیقی اقتدارِ اعلیٰ حاصل نہیں، وہ جہاں آزاد بھی ہیں خارجی یا سامراجی سیاسی اقتدار کے ماتحت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ دنیا کی تمام قومیں حقیقتاً ان کے خلاف ہیں، اگر سامراجی طاقتوں نے انہیں اپنانے کی کوشش کی ہے تو اس کی وجہ ان کے اپنے سیاسی مصالح ہیں۔ اور مسلمانوں کے سلب آزادی کی ایک وجہ ان کی قبل از وقت ملکی فتوحات ہیں۔ جن کا ردِ عمل (REACTION) ہے کہ ہر قوم انہیں مختلف حصوں میں تقسیم کرنے اور دبائے رکھنے کی کوشش میں مصروف ہے اور اس پر طرفہ یہ ہے کہ ہر اسلامی ملک میں جنگِ اقتدار جاری ہے جو انہیں اپنی ملکی مشکلات کو حل کرنے اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی طرف متوجہ ہی ہونے نہیں دیتی۔ اگرچہ یہ اربابِ سیاست کی دنیاوی مشکلات ہیں، لیکن دین بھی اس سے متاثر ہو رہا ہے، جسے زیر بحث لانا مقدمہ کتاب کے مقاصد میں داخل نہیں ہے۔ البتہ مسلمانوں کے ان مشکلات سے آزاد ہونے کا ایک وقت ہے، اسوقت کے متعلق کتب فریقین میں احادیث موجود ہیں۔ آخری الٰہی نمائندے کی نسبت سرکارِ رسالت کا ارشاد ہے "یملاء الارض عدلاً و قسطاً کما ملئت ظلماً و جوراً" وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح پُر کر دیگا جس طرح وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی ؎

دنیا کو ہے اس مہدئ برحق کی ضرورت ؛ ہو جس کی نظر زلزلۂ عالمِ افکار (اقبالؒ)

تاہم اس مقدمہ سے اس سیاسی پس منظر کا اتنا تعلق ضرور ہے کہ ہمیں اس آنے والے وقت کے لئے اور اُس آنے والے معصومؑ کے لئے اخلاقی معاشرتی اور تمدنی لحاظ سے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے۔

تشتت وافتراق ایک دینی مصیبت مسلمانوں کا تشتت وافتراق ہے۔ عدم رواداری، تشدد اور عصبیت ہے۔ اس عام وبا نے مسلمانوں کو قعرِ مذلت میں گرا دیا ہے۔ تبادلۂ خیالات، دعوت بالحکمۃ، موعظۂ حسنہ کی جگہ مناظرے، مکابرے اور مجادلے نے لے لی ہے اور اس کی بڑی وجہ دین کو پیشہ بنا لینا ہے۔ سرکارِ رسالت فرمایا کرتے تھے کہ میں تم سے ڈرتا ہوں کہ تم کہیں دین کو ذریعۂ معاش نہ بنا لو، پیشہ ور مُلّا اپنے پیشہ ورانہ ہتھکنڈوں سے مخالفت کی آگ کو ہوا دے رہے ہیں۔

نئی نئی فرقہ بندیاں ایک دینی مصیبت اسلام کے نام پر نئی نئی فرقہ بندیاں ہیں مدعیانِ نبوت وامامت پیدا ہوتے ہیں، ان کی پشت پر سیاسی اور سامراجی طاقتیں کام کرتی ہیں جن کا مقصد مسلمانوں میں ذہنی انتشار پیدا کرنا اور انہیں کمزور بنانا ہے۔ ان مدعیان نبوت وامامت کے دعووں کو قبول کرنا مسلمانوں کے معارفِ نبوت وامامت سے دور ہو جانے کی دلیل ہے۔ یہ مدعیانِ اصلاح دنیا میں آ کر رخصت بھی ہو جاتے ہیں اور دنیا بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ عالمی مشکلات کا موجود رہنا ان کی ناکامی کی دلیل ہے اور دنیا میں کوئی سلیم وصالح انقلاب رونما نہ ہونا خود ان کے دعوے کا بطلان ہے۔ مگر سادہ لوح مقلدین پھر بھی ان کے دامن سے وابستہ ہیں۔ یہ ایک عجیب اور حیرت زا معمہ ہے۔

تدین کا فقدان ایک دینی مصیبت تدین کے دعوے کے باوجود تدین کا فقدان ہے۔ اسلام کو محض رسمی طور پر اختیار کئے رہنا اور عمل کی طرف قدم نہ بڑھانا اور اپنی سیرت میں انقلاب پیدا نہ کرنا دین کے وقار کو ٹھیس لگا رہا ہے۔ اس کی بدولت دین کا اعتماد انسانی دلوں سے اٹھتا جا رہا ہے۔

ذہنی غلامی دین کی ایک بڑی مصیبت مسلمانوں کی ذہنی غلامی ہے۔ اسلام جیسے مذہب کے عالمگیر اصولوں کے باوجود ہم آج مغربی تہذیب

و تمدن کے ذہنی غلام ہیں - اس حقیقت کی علامہ اقبال نے اس طرح ترجمانی کی ہے:-

اے گدائے ریزہ از خوانِ غیر　　جنس خود میجوئی از دوکانِ غیر
قدر شمشاد خودش نشناختی　　سرو دیگر را بلند انداختی
مثل نے خود راز خود کردی تہی　　بر نوائے دیگراں دم میزنی

اسلام اور مغربی تہذیب و تمدن دو متضاد چیزیں ہیں

جب آپ اسلام اور مغربی تہذیب و تمدن کے اصولوں کا جائزہ لیں گے تو آپ پر یہ حقیقت صاف طور پر واضح ہو جائیگی کہ اصولی طور پر ان میں تضاد موجود ہے آئیے ہم جائزہ لیں:-

اسلام	مغربی تہذیب و تمدن
۱- اسلام میں مذہب کا تصوّر یہ ہے کہ وہ انسانی زندگی کا مکمل قانون اور مفصل لائحہ عمل ہے، جو انفرادی اور اجتماعی زندگی پر حاوی ہے۔	۱- مغربی تہذیب و تمدن میں مذہب ایک شخصی اعتقاد ہے، جس کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
۲- اسلام میں پہلی اور مرکزی چیز ایمان باللہ ہے	۲- مغربیت میں سرے سے اللہ کا وجود ہی مسلّم نہیں
۳- اسلام کا پورا نظام تہذیب وحی، رسالت اور امامت کے اعتقاد پر قائم ہے۔	۳- مغربیت میں وحی کی حقیقت میں ہی شک ہے، رسالت کے منجانب اللہ ہونے میں ہی شبہ ہے اور امامت کی الٰہی نمائندگی سے انکار ہے۔
۴- اسلام میں آخرت کا اعتقاد پورے نظامِ اخلاق کا سنگِ بنیاد ہے۔	۴- مغربی تہذیب و تمدن میں یہ بنیاد خود بے بنیاد نظر آتی ہے۔

۵- اسلام میں اعمال وعبادات فرض ہیں۔

۵- مغربیت میں اعمال و عبادات عہدِ جاہلیت کے رسوم ہیں جن کا اب کوئی عملی فائدہ نہیں۔

۶- قانون میں اسلام کا اصل اصول یہ ہے کہ خدا خود واضع قانون ہے سرکارِ رسالتؐ اور ائمہ اہل بیتؑ شارحین قانون ہیں اور باقی انسان پابند قانون ہیں۔

۶- مغربی تہذیب و تمدن میں خدا کو وضع قانون کا سرے سے کوئی حق ہی نہیں دستوریہ (Legislature) واضع قانون ہے اور قوم دستوریہ کو منتخب کرنے والی ہے

۷- سیاسیات میں اسلام کا نصب العین حکومتِ الٰہیہ ہے۔

اسلام کا نظریۂ حکومت ان الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے:-

Govt of God by the Rapresantatives of God for the Creation of God

"اللہ کی حکومت اللہ کے نمائندوں کے ذریعہ اللہ کی مخلوق کے لئے"

۷- مغربی تہذیب و تمدن کا نظریۂ حکومت جمہوریت (Democracy) ہے

مغربیت کا نظریۂ حکومت ان الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے:-

Govt of the people by the people for the people

"جمہور کی حکومت جمہور کے ذریعہ جمہور پر"

۸- اسلام کا رُخ تمدنی نقطۂ نگاہ سے بین الاقوامیت (Internationalism) ہے

۸- مغربیت کا کعبۂ مقصود قومیت (nationalism) ہے۔

۹- معاشیات میں اسلام کسبِ حلال، اکلِ حلال، زکوٰۃ و صدقہ اور تحریم سود پر زور

۹- مغربیت کا سارا نظام معاشی سود، منافع چور بازاری (Black marketing)

دیتا ہے اور صحیح معنوں میں (Earn and Distribute) "کماؤ اور تقسیم کرو" کا علمبردار ہے۔

پر چل رہا ہے۔

۱۰۔ اخلاقیات میں اسلام کے پیشِ نظر آخرت کی کامیابی ہے۔ اور اس کے پیشِ نظر ابدی آرام اور عارضی زحمات ہیں۔

۱۰۔ مغربیت کے پیشِ نظر دنیا کا فائدہ ہے۔ ان کا مطمحِ نظر (Eat, Drink and Be Merry) "کھاؤ، پیو اور خوش رہو" ہے۔ جس کی وجہ سے اخلاقیات میں لذتیت (Hedonism) اور اپیکوریت (Epicurism) کے نظریات ظہور میں آئے جو ہندوستانی وام مارگ کے اوتار ہیں۔

۱۱۔ اسلام اجتماعی مسائل میں ستر و حجاب، حدود زن و مرد، تعدد ازواج، قوانین نکاح وطلاق، حقوق و فرائض زوجین، حقوق و فرائض ذوی الارحام اور عدم ضبط تولید لیے اپنے ممتاز خط و خال رکھتا ہے۔

۱۱۔ مغربی تہذیب و تمدن عریانی، آزادی فسق و فجور، یک زوجگی، مساوات مرد و زن، حقوق ذوی الارحام سے آزادی اور ضبط تولید میں مبتلا ہے۔

اسلام اور مغربی تہذیب و تمدن کے اس جائزہ کے بعد آپ سمجھ سکتے ہیں، کہ مسلمانوں کا تہذیب و تمدن کے لحاظ سے مغرب کی ذہنی غلامی کو قبول کر لینا تدین کی کس قدر عظیم مصیبت ہے۔ اس مصیبت عظمیٰ کا تذکرہ علامہ اقبال نے بیان کر کے اس کا علاج بھی تجویز کیا ہے۔

وائے نادانی کہ تو محتاجِ ساقی ہو گیا
مے بھی تو، مینا بھی تو، ساغر بھی تو، محفل بھی تو

شعلہ بن کے پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو   خوفِ باطل کیا کہ تجھے غارت گرِ باطل بھی تو

بے خبر! تو جوہرِ آئینۂ ایام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

اسلامی جوڑ توڑ یہ بات بھی مسلمانوں کے ذہن نشین رہنا چاہئے کہ مذہب اسلام جس کے لئے سرکارِ رسالتؐ اور انکی اہل بیتؑ طاہرین نے عظیم الشان قربانیاں پیش کی ہیں صرف جوڑ (ADOPTION) کا ہی مذہب نہیں بلکہ توڑ (NEGATION) کا بھی مذہب ہے۔

توحید اسلام کا بنیادی مسئلہ مسئلہ توحید ہے۔ جس کا اظہار ہر مسلمان کلمۂ توحید سے کرتا ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ - لا اِلٰہ نفی ہے۔ اور اِلَّا اللّٰہ اثبات۔ یعنی ماسوا اللہ معبودوں سے توڑ لو اور خدائے وحدہٗ لاشریک سے جوڑ لو

نبوّت اسلام کے ہر مسئلہ میں یہی اثبات و نفی موجود ہے۔ جس طرح توحید میں نفی و اثبات ہے اسی طرح نبوت میں بھی نفی و اثبات ہے۔ یعنی خاتم الانبیاءؐ سے متحد ہو جاؤ اور ان کے بعد ہر مدعیٔ نبوت سے قطع تعلق کر لو۔

امامت مسئلہ امامت میں بھی یہی نفی و اثبات ہے۔ ائمۂ حقّہ سے جو منصوص من اللہ اور معصوم ہیں اور یہاں ون بامرہ کی شان رکھتے ہیں تمسّک کرو اور ائمۂ باطل سے جو غیر معصوم ہیں اور "یدعون الی النار" ہیں الگ ہو جاؤ۔ اس اثبات کو شرعی اصطلاح میں ایمان اور نفی کو تقویٰ کہتے ہیں۔ قرآنِ حکیم میں انتہا درجہ کے نیک بندوں کا ذکر بھی ہے اور انتہا درجہ کے بُرے بندوں کا ذکر بھی۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ نمرود کا اور حضرت موسیٰؑ کے ساتھ فرعون کا۔ آخر قرآنِ حکیم میں نمرود اور فرعون کے ذکر کی کیا ضرورت؟ یہ اس لئے ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے ذکر سے حضرت ابراہیمؑ سے محبت پیدا ہو۔ محبت

اتباع چاہتی ہے۔ اس لئے ہم اس محبت کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ کا اتباع کریں نیکیوں کو اختیار کریں۔

نمرود کا تذکرہ اس لئے ہے کہ نمرود سے نفرت پیدا ہو اور ہم اس نفرت سے بدیوں کو ترک کریں۔

نیکیوں سے جوڑ (اثبات) اور محبت کو تَوَلّا کہتے ہیں اور بدیوں سے توڑ (نفی) اور نفرت کو تَبَرّا کہتے ہیں۔ اگر ہم تَوَلّا سے نیکیوں کو اختیار نہیں کرتے اور تَبَرّا سے بدیوں کو ترک نہیں کرتے تو یہ تولّا اور تبرّا کے الفاظ بے معنی اور حقیقت سے عاری ہیں۔

افادیت تولّا و تبرّا

اسی لئے حکیم اسلام سرکار ولایت علی مرتضیٰ ارواحنا له الفداء نے ارشاد فرمایا ہے:۔

لاتکن ممن یحب الصالحین ولا یعمل عملهم (نہج البلاغہ)

تم ایسے نہ بنو جو اللہ کے نیک بندوں سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے اعمال اختیار نہیں کرتے۔ یہ ہے تَوَلّا کی افادیت

ولاتکن ممن یبغض المذنبین وھُوَ احد منهم (نہج البلاغہ)

تم ایسے نہ بنو جو گنہگاروں سے بغض رکھنے کے مدعی ہیں لیکن عمل کے لحاظ سے وہ ان میں سے ایک ہوتے ہیں یہ ہے تبرّا کی افادیت۔ اسلام چاہتا ہے کہ اسلامی تہذیب و تمدن سے ہم وابستہ ہو جائیں اور اجنبی اور خارجی تہذیب و تمدن کے اثرات سے محفوظ رہیں۔ مسلمانوں کی موجودہ مصیبت اجنبی تہذیب و تمدن کی ذہنی غلامی ہے۔

خارجی تہذیب کی غلامی کا آغاز

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ خارجی تہذیب و تمدن سے تاثر کی مرض مسلمان کو

کب اور کس طرح لاحق ہوئی؟ اور اس متعدی مرض کے جراثیم کی تاریخ کیا ہے؟ سرکارِ رسالت محمد مصطفےٰ ارواحنا لہ الفداء کے بعد فتوحات کا دور شروع ہوتا ہے، اور مسلمان تیس برس کے عرصہ میں دنیا کے بہت بڑے حصہ پر چھا جاتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ملکی فتوحات کے علمبردار اجنبی تہذیب و تمدن کے مفتوح تو نہیں ہوئے؟

مسلمانوں کی تاریخ بتلاتی ہے کہ ممالک کے یہ فاتح تیس برس کے قلیل عرصہ میں اسلامی تمام خوبیاں کھو چکے تھے اور قیصر و کسریٰ کی تہذیب کے ذہنی غلام ہو چکے تھے ان میں جنگِ اقتدار شروع ہو چکی تھی، اس کا نتیجہ تھا کہ بڑے بڑے مسلمان جرنیل اور بڑے بڑے معمارِ سلطنت خواہ وہ محمد بن قاسم ہو یا موسیٰ بن نصیر یا ابو مسلم خراسانی تلوار کے گھاٹ اتارے جاتے تھے۔ یا قید خانوں میں دم گھٹ کر مرتے تھے۔ بھائی بھائی کے ہاتھ سے قتل ہوتا ہے اور باپ بیٹے کے ہاتھ سے نظر بند کیا جاتا ہے۔ اسکے شواہد سُنیئے:۔

۱۔ ایک روز حضرت ابو درداؓ صحابی غصہ میں بھرے ہوئے گھر آئے۔ سبب دریافت کیا گیا تو کہنے لگے، ہم ان لوگوں میں کوئی عمل بھی رسول اللہؐ کا نہیں پاتے، سوائے اس کے کہ نماز با جماعت پڑھ لیتے ہیں، امام مالک نے روایت کی ہے کہ جو باتیں ہم پہلے پاتے تھے ان میں سے ایک بات بھی اب نہیں دیکھتے۔ بجز اس کے کہ اذان دے لیتے ہیں۔ زہری بیان کرتے ہیں کہ ہم انسؓ بن مالک کے پاس دمشق میں گئے تو ہم نے انسؓ کو روتا پایا۔ سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جو باتیں ہم عہدِ رسول اللہؐ میں پاتے تھے، اب ان میں سے ایک بات بھی نہیں دیکھتے۔ سب مفقود ہیں، مگر یہ نماز رہ گئی ہے سو وہ بھی ضائع کر دی گئی (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۳۱۵، اغاثۃ اللہفان لابن قیم ص ۱۰۸)

۲۔ عبدالرحمٰن بن سہل انصاری حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک جہاد کے

سلسلے میں شام گئے تو انہوں نے دیکھا کہ اونٹوں پر شراب کی بھری ہوئی مشکیں جا رہی ہیں۔ عبدالرحمٰن آگے بڑھے اور انہوں نے اپنے نیزہ سے ان مشکوں کو چاک کر دیا، غلاموں نے مزاحمت کی اور یہ خبر حضرت معاویہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا، چھوڑ دو اس بڈھے کو، اس کی عقل جاتی رہی ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا۔ میری عقل نہیں گئی۔ مگر رسول اللہؐ نے ہم کو ممانعت فرمائی ہے کہ شراب ہمارے مشکوں اور ہمارے ظروف میں داخل نہ ہو۔ (اسدالغابہ ج ۳ ص ۲۹۹، اصابہ جلد ۲ ص ۴۰۱)

آج بھی مغربی تہذیب و تمدّن کے علمبردار پابند اسلام لوگوں کو بیوقوف اور عقل سے عاری کہتے ہیں۔ ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ یزید جیسا فاسق و فاجر مسلمانوں کے امور کا والی قرار دیا گیا۔ جس کے متعلق واقدی نے عبداللہ بن حنظلہ کی زبانی نقل کیا ہے۔ "خدا کی قسم ہم کو یزید کی حکومت میں یہ خوف ہو گیا تھا، کہ اب آسمان سے ہم پر پتھر نہ برسیں، وہ ایسا شخص تھا جو اپنی سوتیلی ماؤں اور اپنی بیٹیوں اور بہنوں تک کو نہ چھوڑتا تھا، اور شراب آزادی سے پیتا تھا اور نماز کو ترک کرتا تھا"

(صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۵ مطبوعہ مصر)

مقصد شہادت حسینؑ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی اور حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ مسلمان کہلانے والے اس طرح اسلام کی تخریب کے درپے ہیں تو سرکارِ شہادت نے اپنی عظیم الشان قربانیوں سے اسلام کو حیات ثانیہ عطا فرمائی۔ آج ہم اپنے مظلوم امام کی شہادت کی یادگار اس لئے مناتے ہیں، تاکہ برائیوں سے دور رہیں اور اجنبی تہذیب و تمدّن سے محفوظ رہیں۔ ہم مجالسِ حسینیہ میں روتے اور آنسو بہاتے ہیں اور اظہارِ رنج و ملال کرتے ہیں۔ یہ ایک فطری تقاضائے انسانیت ہے جسے بہرحال ہونا ہی چاہئے۔ مگر سرکار سیدالشہداء کا بلند نصب العین ہم سے کچھ اور چاہتا ہے۔ وہ یہ کہ ہم برائیوں سے نفرت کریں، اور نیکیوں کو اختیار کریں اور اپنی سیرت کو حسینی

کردار کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں حسین علیہ السلام سے حریت کا سبق لے کر ہر قسم کی غلامی کو دور کریں خواہ وہ سیاسی غلامی ہو یا ذہنی غلامی۔ اپنے عقائد کو جو موجودہ وقت مغربی سیلاب کی زد میں ہیں اس قدر مضبوط و مستحکم کرلیں کہ اجنبی تہذیب و تمدن کے طوفان اس کے قصر روحانیت سے سر ٹکرا کر پلٹ جائیں اور ہمیں مادی اور روحانی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اجنبی تہذیب و تمدن سے محفوظ رہنے کا واحد علاج محض سرکارِ محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام سے تمسک ہے۔ چنانچہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے ؎

خیرہ نہ مجھ کو کر سکا جلوۂ دانشِ فرنگ　　سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

کربلا وادی السلام

خاکِ شفائے کربلا بھی حقیقتاً خاکِ نجف ہے۔ چنانچہ جنابِ امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے بابی الحسین المقتول بظھر الکوفہ "میرا باپ حسینؑ پر فدا ہو جو کوفہ کی پشت پر شہید کئے جائیں گے" اس کلام سے ظاہر ہے کہ کربلا بھی ظہرِ کوفہ ہے۔ پس یہ سرزمین بھی وادی السلام میں ہی داخل ہے۔ جو بنی نوعِ انسان کے لئے ہر قسم کی سلامتی کا مرکز ہے۔ خاکِ شفا تمام انسانی امراض کا علاج اور ان کے لئے باعثِ شفا ہے۔ خواہ وہ سیاسی غلامی کا مرض ہو یا ذہنی غلامی کا عالمگیر جنگِ اقتدار کا عارضہ ہو یا مدعیانِ نبوت و امامت کی پیروی کی بیماری۔ حسین علیہ السلام نے ختمِ نبوت کی تفسیر اپنے اور اپنے ساتھیوں کے خون سے لکھی۔ اگر سرکارِ رسالتؐ کے بعد کسی نبی نے مبعوث ہونا تھا تو حسینؑ کو اس طرح گھر بار لٹانے اور اپنا اور اپنے عزیز ترین اولاد و اقربا اور اصحاب و انصار کا خون بہانے کی کیا ضرورت تھی۔ آنے والا اگر خود اسلام کی بگڑی بنالیتا۔ حسین علیہ السلام کا تذکرہ انسان کو فسق و فجور ظلم و استبداد سے بچاتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد مجالس عزائے حسینؑ کے متعلق چند سوالات ہیں کیا ہماری ذہین قوم ان پر غور کرے گی؟

چند سوالات

۱۔ کیا ہم ان مجالس کے ذریعہ جو تعلیماتِ الٰہیہ کی تربیت گاہ ہیں

مقصدِ شہادتِ حسینؑ کو پورا کر رہے ہیں۔ مجلس عزا میں ایک آواز گونجتی رہتی ہے۔ "اس نکتہ سے آپ کو لطف آئے گا"، "میرے اس کلام سے اہلِ بزم محظوظ ہوں گے"، "میرے اس قصیدہ سے آپ وجد میں آجائیں گے"۔ کبھی یہ آواز سنائی نہیں دیتی کہ "میرے اس کلام سے آپکی سیرت میں انقلاب آجائے گا"، "میرے اس بیان سے آپ ایسا بن جائیں گے جیسا حسینؑ آپ کو بنانا چاہتے ہیں"۔

۲۔ کیا ہماری ان مجالس عزا سے جذبۂ حریت کی تخلیق ہوتی ہے، مجھ میں اور آپ میں وہ حضرات جذبۂ حریت کیا پیدا کر سکتے ہیں جو مجلس عزا کے منبر سے اترنے کے بعد "کعبہ امارت" کا طواف کرتے نظر آئیں، رؤسائے ملت کا جنگِ اقتدار میں "آلۂ کار" ہو جائیں اور ان کے ہر قول پر لبیک کہیں، ایسے لوگوں سے کیا امید ہو سکتی ہے کہ وہ رؤسا کی خامیوں کو تنذیر سے دور کر سکیں۔ ان کے افعال غیر شرعیہ پر تنقید کر سکیں۔ انہیں اسوۂ سرکارِ محمدؐ و آلِ محمدؑ پر لا کر ان کی آخرت بنا سکیں۔

۳۔ کیا ہماری یہ مجالس عزا ہمیں اجنبی تہذیب و تمدن کی غلامی کے جوئے سے آزاد کر سکتی ہیں جبکہ مجالس عزا کے سامعین کی تفریح طبع کے لیئے ہر فلمی گانے پر قصیدے بنائے جا رہے ہوں اور تان سین کو نیچا دکھانے والی طرزوں میں گائے جا رہے ہوں۔

۴۔ کیا ہماری یہ مجالس ہمارا تزکیۂ نفس کر سکتی ہیں جن میں اکثر ذاکروں اور خطیبوں کی یہ انتہائی کوشش ہو کہ دوسرا ذاکر اور واعظ اپنے بیان میں ناکام رہے اور اسی ذاتِ شریف کو مجلس میں فروغ ہو، اس کی طاقتِ لسانی کا ڈنکہ بجنے لگے اور اسے مجالس عزا کی زیادہ سے زیادہ دعوتیں ملیں۔

۵۔ کیا ہماری یہ مجالس صحیح عقائد کی طرف رہنمائی کر سکتی ہیں جن میں عوام کو خوش کرنے کیلئے حدودِ شرعیہ سے تجاوز سرمایۂ ناز ہو، تفسیر بالرائے کو متاعِ علم و حکمت سمجھا جائے اور رلانے کیلئے واقعۂ کربلا کی نئی نئی روایات ایجاد کر کے صاحبانِ عصمت و طہارت پر افترا کیا جائے۔ اور انکی

تنقیصِ شان کی جائے۔

۶۔ کیا ہماری یہ مجالس اعمالِ صالحہ کی طرف رہنمائی کر سکتی ہیں جن میں تنذیر نام کو نہ ہو۔

۷۔ کیا ہماری یہ مجالس ہمیں جنگِ اقتدار سے الجھنے سے بچا سکتی ہیں جن میں ذاکر، ذاکر سے برسرِ پیکار ہو، خطیب خطیب سے دست و گریبان ہو، امام بارہ، امام باڑے سے لڑ رہا ہو، مجلس، مجلس کو چیلنج کر رہی ہو، حلقۂ ماتم، حلقۂ ماتم سے دھینگا مشتی میں مصروف ہو۔ حسین مظلومؑ کے عزادارو! اور ذاکرو! خدا کے لئے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرو۔ کروڑ ہا کروڑ روپیہ جو ان مجالس پر صرف ہو رہا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور مقصدِ شہادتِ حسینؑ کو پورا کر کے سرکارِ احدیت، سرکارِ رسالتؐ اور سرکارِ ائمہ معصومینؑ سے سرخروئی حاصل کرو۔

عارفِ ربانی علامہ شیخ جعفر شوشتری کی تقریرات کے ترجمہ کی نشر و اشاعت کا مقصد صرف یہی ہے کہ آپکو بھولا ہوا سبق یاد آ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مواعظ سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور مرحومہ حُسینیہ بانو کو اس کے ثواب سے مستفید کرے اور حبیب لبیب الحاج حسین بخش ہمدانی کو مثاب و ماجور فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ

درِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کا بھکاری

محمد لطیف انصاری

باسمہ تعالیٰ

المجلس التاسع

فی

موعظة شهر رمضان

بسم الله الرحمٰن الرحيم

خطبہ سبحانك يا الهي وبحمدك لا احصي ثناءً عليك كما اثنيت على نفسك يا ذا الجلال والاكرام يا ملك يا قدوس يا مبدء الاركان والاصول يا واهب النفوس والعقول يا من خرق علمه باطن غيب السموات واحاط به على جميع الموجودات وخلق ما خلق من دون اعمال الرويات واحصى عددا الاحياء والاموات نحمدك على نعمائك والحمد عن نعمائك ونشكرك على الائك والشكر على الائك ونصلي ونسلم على نبيك اكرم اصفيائك وافضل انبيائك وعلى اهل بيته ائمة الهدى ومصابيح الدجى واعلام التقى وذوي النهى وكهف الورى وورثة الانبيا عليهم السلام من الله افضل التحية والثنا مادامت الارض والسماء۔

الدعا الهي الهي لم اعصك حين عصيتك وانا بربوبيتك جاحد ولا بامرك مستخف ولا لعقوبتك متعرض ولا لوعيدك متهاون ولكن خطيئة عرضت وسولت لي نفسي وغرني سترك المرخي علي فقد عصيتك فالآن من عذابك من يستنقذني و

من ایدی الخصماء من یخلصنی و بحبل من اتصل ان انت قطعت حبلک عنی"

"میرے معبود! میرے معبود! میں نے تیری نافرمانی ایسی حالت میں نہیں کی ہے کہ تیری ربوبیت سے انکار کرنے والا ہوں، میں تیرے حکم کا استخفاف کرنے والا نہیں ہوں، تیری سزا پر اعتراض کرنے والا نہیں ہوں اور تیرے وعدۂ عذاب کی توہین کرنے والا نہیں ہوں، گناہ مجھے عارض ہو گیا۔ میرے نفس پر چھا گیا۔ اور تیری ڈھیل دینے والی پردہ پوشی پر میں مغرور ہو گیا۔ میں نے تیری نافرمانی کی۔ پس اب تیرے عذاب سے مجھے کون نکالنے والا ہے۔ اور دشمنوں کے ہاتھوں سے مجھے کون چھڑانے والا ہے۔ جب تو نے اپنی رسی کو مجھ سے منقطع کیا، اب میں کس کی رسی سے اتصال پیدا کروں"

ان فقرات سے کہ جو بیان ہوئے ہیں، غرض یہ ہے۔ العیاذ باللہ۔ اگر انسان گناہ کرے تو یہ بھی جان لے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔ موجودہ زمانے میں لوگ اس روحانی مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ وہ اس طرح گناہ کرتے ہیں، کہ گویا انہوں نے اللہ تعالیٰ کا اقرار ہی نہیں کیا۔ اس طرح پوری دلجمعی سے اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے منکر ہو گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارا معبود اللہ ہے۔ "صبغۃ اللہ" اللہ کا ایک رنگ ہے "فطرۃ اللہ" اللہ کا ایک قانون ہے۔ اس کی ہستی کا اقرار انسان کا جزو فطرت ہے اگر ایک لڑکا جنگل اور بیابان میں نشوونما پائے اور اس کی تعلیم و تربیت بھی نہ ہو تو بھی وجودِ صانع کا اقرار اس کے دل میں موجود ہے۔ یہی فطرت اللہ ہے، یہی صبغۃ اللہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام فرقے خدا کے معتقد ہیں۔ ہر مذہب خدا کا قائل ہے۔ مثلاً دہریہ اور حکمائے طبیعین جو کہتے ہیں کہ اس عالم کا انتظام دہر کرتا ہے یا طبیعت انجام دیتی ہے۔ وہی دہر وہی طبیعت "خدا" ہے۔ انتہا یہ ہے کہ انہوں نے صانع

عالم کے لئے اچھا نام تجویز نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کا خالق
جس نے انہیں پیدا کیا ہے، دہر اور طبیعت ہے شعور ہیں۔ حالانکہ وہ اس طرح
کی مخلوق کو کس طرح پیدا کر سکتے ہیں جس کی خلقت عقل و حکمت پر مبنی ہو۔
اس حکیم مطلق نے دودھ پینے والے بچے کے منہ میں دانت پیدا نہیں کئے۔ اگر
شیر خوار بچے کے دانت ہوتے تو دودھ پینا اور دودھ دینا ممکن نہیں تھا۔ اس کے
بعد جب بتدریج غذا لینے اور غذا کھانے کا زمانہ قریب ہوتا ہے تو تدریجاً دانت
عطا ہوتے ہیں۔ اور سخت غذاؤں کے ہضم کرنے کی قوت مرحمت ہوتی ہے۔ تاکہ
جسم کے ارکان مضبوط و مستحکم ہو جائیں۔ یہاں تک کہ انسان حد کمال کو پہنچ جاتا ہے
اگر خالق دہر ہوتا یا طبیعت ہوتی جو بے شعور ہیں تو اس طرح کیسے ہو سکتا۔ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت انتہائی شعور سے انجام دی گئی ہے۔ اور یہ تمام ارتقائی
افعال شعور کا نتیجہ ہیں۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ہم خالق مہربان کو دہر کے نام سے موسوم
کر کے بے ادبی نہ کریں۔ مگر وہ لوگ ایسا کر رہے ہیں۔

الغرض تمام مذاہب و ادیان ایک معبود اور پروردگار کے قائل ہیں۔ البتہ
بعض انسانوں نے اس زمانے میں انکار کو اختیار کیا ہے اور دل سے منکرِ خدا
ہو گئے ہیں جیسا کہ ان کے اعمال و آثار سے ظاہر ہے۔ دعا میں عرض کیا گیا ہے
الٰهی لم اعصك حين عصيتك وانا بربوبيتك جاحد۔ اے
معبود! اگر میں نے تیری نافرمانی کی تو تیری ربوبیت کا منکر ہو کر نہیں کی، اگر
تو خدا کی ربوبیت کا منکر ہو کر گناہ کرتا ہے اور بات یہاں تک پہنچ چکی ہے
تو تجھے آگاہ ہونا چاہیئے کہ منکرِ خدا کے لئے مغفرت نہیں ہے۔ چند گناہ ایسے
ہیں کہ جن میں مغفرت کا امکان نہیں۔ اگر تو منکرِ خدا ہوا اور پھر تمام دنیا کے
شہیدوں جتنا درجۂ شہادت حاصل کرے تو بھی تیری مغفرت نہیں ہو سکتی۔ تجھے

آگاہ ہونا چاہئے۔ اگر نعوذ باللہ خدا کا انکار تیرے دل میں پیدا ہو چکا ہے۔ تو اس کیفیت کو جلد دور کرنا چاہیئے۔ تاکہ تیری ہلاکت کا سبب نہ ہو جائے۔ ایسے ہی استخفاف امر الٰہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ عزشانہٗ وجل جلالہٗ کے احکام کو سبک سمجھنا اور معمولی جاننا ہے۔ استخفاف امر الٰہی کے متعلق دعا میں عرض کیا گیا ہے ولا بامرک مستخف یعنی میرے معبود اگر میں نے تیری نافرمانی کی ہے تو تیرے احکام کو سبک سمجھ کر نہیں کی۔

نوعیت جرم امر الٰہی کو سبک اور معمولی سمجھنے کی مثال اس طرح ہے کہ انسان گناہ کا مرتکب بھی ہو اور پھر یہ بھی کہے۔

۱۔ انسان خدا کی اطاعت کیوں کرے؟

۲۔ یہ کیا گناہ ہے؟

۳۔ اس گناہ کا بھلا کیا عذاب ہوگا؟

اس قسم کے کلمات استعمال کرنے والا انسان احکام الٰہیہ کو معمولی اور سبک سمجھ رہا ہے اور استخفاف کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اس کی بھی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ ایسے ہی وعدۂ عذاب پر اعتراض کرنے والا اور احکام الٰہیہ کی توہین کرنے والا ہے، اگر کوئی شخص امر الٰہی کی توہین کرے، کیسے ممکن ہے کہ وہ بخش دیا جائے۔ فارسی ضرب المثل ہے۔ "خار را از پا بیرون می آوری ولے بچشم داخل میکنی" یعنی تو کانٹے کو پاؤں سے نکال کر آنکھ میں داخل کرتا ہے۔ یہی کہاوت موجودہ زمانے کے ان اوباش انسانوں پر صادق آتی ہے، جو کہتے ہیں "ہم سرکار سید الشہداؑ کا ماتم (سینہ زنی) بھی کرتے ہیں اور شراب بھی پیتے ہیں، ہم سید الشہداؑ کی عزاداری پر روپیہ بھی خرچ کرتے اور شراب بھی پیتے ہیں، اس وقت یعنی بروز قیامت سرکار سید الشہداؑ کی برکت سے ہماری مغفرت ہو جائے گی"

اے بدنصیب انسانو! کیا یہ ممکن ہے کہ سرکار سید الشہداؑ دشمن خدا سے

دوستی کریں، آگاہ ہو جاؤ، کہیں یہ امر تمہاری ہلاکت کا سبب نہ ہو اور تمہاری شرمساری کا سبب نہ ہو جائے پس جو گناہ بخشے جائیں گے وہ اس قسم کے گناہ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ایسے گناہ ہیں جو انسان سے غفلت میں یا غلبۂ نفس و خواہش وغیرہ سے صادر ہوئے ہیں۔ ہم نے ان امور کا ذکر شماتت کے طور پر نہیں کیا۔ بلکہ اس لئے کیا ہے کہ اصلاحِ اعمال ہو جائے۔ دین میں سب سے پہلی بات اللہ کی معرفت ہے اس کے بعد دین کی آخری بات معاد یعنی روزِ قیامت پر عقیدہ ہے۔ سرکارِ ولایت امیرالمومنین علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے۔ رحم اللّٰہ امرءً تفکر من این و فی این و الی این ؟؟

خدا ایسے انسان پر رحم کرے جو یہ غور کرتا ہے کہ "میں کہاں سے آیا ہوں"؟ "میں اب کہاں ہوں؟" "اور میں کس طرف پلٹ کر جانے والا ہوں" یہ تین باتیں ہیں جن کا امیرالمومنین علیہ السلام نے ذکر کیا ہے۔ ان تینوں سوالوں پر خوب غور کیجئے کہ ہمارے پاس ان تینوں سوالوں کا کیا جواب ہے۔ آج سے اسی سال پیشتر تم میں سے کسی کا وجود تک نہیں تھا۔ اور بالکل تم میں سے کسی کا وجود تک نہیں تھا۔ جیسا کہ ہم پہلے نہیں تھے۔ اسی طرح کچھ عرصہ کے بعد میرا اور آپ کا وجود تک نہیں ہوگا۔

معرفت کی بنیاد

دین کی پہلی بات یہی ہے کہ ہم خدا کو پہچانیں۔ اللہ کی معرفت کے بغیر اور اس کے حبیب سرکار رسالت محمد مصطفےٰ ص کی معرفت کے بغیر اور ان کے اوصیائے کرام ائمہ اہل بیت ع کی معرفت کے بغیر کسی چیز کا فائدہ نہیں۔ اگرچہ تو صائم الدہر (ہمیشہ روزہ رکھنے والا ہو) اور قائم اللیل (ساری رات نماز میں کھڑے رہنے والا ہو) ان کی معرفت کے بغیر اعمال کا کوئی پھل نہیں ملیگا۔ پس کوشش کیجئے کہ دینی کیفیت صحیح طور پر پیدا ہو جائے، اللہ کی معرفت، سرکار رسالت ص کی معرفت اور ائمۂ اہل بیت کی معرفت حقیقی طور پر حاصل ہو جائے۔

ان معرفتوں کی بنیاد اور ان میں سب سے اول اللہ کی معرفت ہے۔ پس

خوب غور کرے اور پوری جدوجہد کر کہ تجھے اللہ کی معرفت حاصل ہو جائے۔ ایسا نہ ہو کہ تو اس معرفت کے بغیر ہلاک ہو جائے۔ تجھے وجود صانع عالم پر اعتقاد رکھنا چاہئے تجھے جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہے اور وہ ایسا نہیں جیسے تو اپنے ذہن میں کوئی چیز تصور کرتا ہے۔ ایسی معرفت مقبول نہیں رد کر دی جائے گی۔ امیرالموحدین ہزار ولایت علی مرتضیٰ ع نے فرمایا ہے:۔

كُلَّمَا مَيَّزْتُمُوهُ بِأَوْهَامِكُمْ هُوَ مَخْلُوقٌ لَكُمْ مَرْدُودٌ إِلَيْكُمْ

جس چیز کو تمہارے اوہام نے تمیز دیا ہے وہ تمہاری مخلوق ہے اور تمہاری طرف اسے رد کر دیا جائے گا (وہ خالق نہیں ہے)

كذب العادلون وضلوا ضلالاً بعيداً وخسروا خسراناً مبيناً

عادلوں (رو گردانوں) نے جھوٹ کہا، اور انہوں نے انتہائی گمراہی اختیار کی ہے اور کھلم کھلا گھاٹے کا سودا اختیار کیا ہے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:۔

من شبهك باوهامه على خلقك فهو كافر

جس کسی نے اپنے اوہام سے تجھے تیری مخلوق سے تشبیہ دی پس وہ کافر ہے الغرض جو چیز بھی تجھے نظر آئے یا تیرے فکر میں سمائے تو صاف کہہ دے۔

جل ربي عن ذالك جلالاً وعلى عظمة شانا هو الذى خلق المكان فلا مكان له هو الذى خلق الاجال فلا اجل له هو الذى خلق المحل فلا محل له كمال معرفته ان تقول ان الرب جل جلاله موجود انت كما اثنيت على نفسك قال رسول الله ص فلا يعلم كنه ذاته الشريف الا هو فكلما يجيبى بنظرك واوهامك فقل سبحان ربي عن ذالك سبحان ربي الاعلى وبحمده هذه الرحلة من مراحل التنزيه للرب فحاصل التنزيه انه ليس بمحل مرور الزمان ولا يشغله المكان

وَكَانَ قَبْلَ خَلْقِ الْخَلْقِ كَمَا قَالَ امير المومنين خَالِقٌ اِذْ لَا مَخْلُوقَ رَبٌّ اِذْ لَا مَرْبُوبَ عَالِمٌ اِذْ لَا مَعْلُومَ

"میرا پالنے والا اس سے بزرگ ہے جو بزرگ ہونیکا حق ہے اور وہ شان کے لحاظ سے اس سے بلند و برتر ہے وہ وہی ہے جس نے مکان کو پیدا کیا۔ پس اس کیلئے کوئی مکان نہیں ہے وہی ہے جس نے مدتوں کو پیدا کیا پس اس کے لیئے کوئی مدت نہیں، وہ وہی ہے جس نے محل کو پیدا کیا پس اس کے لیئے کوئی محل نہیں۔ اس کی کمال معرفت یہی ہے کہ تو کہے کہ یقیناً اللہ جل جلالہٗ موجود ہے اسے معبود تو ایسا ہے جیساکہ تو نے بنفس نفیس اپنی تعریف کی ہے۔ سرکار رسالت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی شخص خود اس کے سوا اسکی کنہ ذات کو نہیں جانتا۔ پس جو کچھ تمہاری نظر میں آئے یا تمہارے اوہام میں سمائے اس کے متعلق کہدو کہ میرا پالنے والا اس سے پاک و منزہ ہے میرا پالنے والا اس سے بلند و برتر ہے اور اسی کے لئے حمد ہے۔ یہ تنزیہ الٰہیہ کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔ اس تنزیہ کا ماحصل یہی ہے کہ اللہ زمانے کی گزرگاہ کے مقام پر نہیں ہے اور اسے کوئی مکان نہیں گھیرتا۔ اور وہ مخلوق کے خلق کرنے سے پہلے موجود تھا امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ خالق تھا جبکہ کوئی مخلوق موجود نہ تھی وہ رب تھا جبکہ کوئی پرورش پانے والا موجود نہ تھا، وہ عالم تھا جبکہ کوئی معلوم موجود نہ تھا۔

یہ جزئیات توحید میں سے ایک جزو ہے۔ تجھے جان لینا چاہئے کہ تنزیہ الٰہیہ سے الحاد تک ان منازلِ دین کے سوا کوئی منزل نہیں ہے۔ دین کی منزلوں میں سے ایک منزل "اعتقادِ آخرت" ہے جس کے لئے تو مہلک امراض میں مبتلا ہے اور تجھے ایسا عارضہ ہے جو ہلاکت کا سبب ہو سکتا ہے۔ یہ امر آخرت ہے جس میں تجھے شک ہے ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ بعض اوقات ایک شخص کہہ رہا ہے میرے گھر میں

ایک میرا عزیز مریض ہے، میں ابھی تک اس کی حالت سے بے خبر ہوں۔ اے بیچارہ انسان کہ تیری عمر پینتیس سال سے زیادہ ہو چکی ہے، تو مریض ہے، تجھے محبت دنیا کا تپ لازم (دِق) ہے، تو اپنی مرض سے کیوں بے خبر ہے، تو اپنی جانِ عزیز کے لیئے کہ جس سے بڑھ کر تیرا کوئی عزیز نہیں جدوجہد کیوں نہیں کرتا، اگر امر آخرت میں تنگ کا مرض اور دوسرے تمام عوارض و اسقام اسی طرح جاری رہے تو تیری روحانی ہلاکت کا سبب ہوں گے (اور دوسروں کی خبر گیری سے پہلے اپنے امراض و اسقام کی طرف متوجہ ہو)

آج میں چاہتا ہوں کہ مرنے کی کیفیت کو بیان کروں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے مرنے سے کیا مراد ہے۔ تیرے مرنے کے کیا معنی ہیں۔ کیا تیرا مرنا بھی گدھے، مچھر یا کتے کا مرنا ہے؟ یا کسی اور طرح پر ہے۔ تیرے مرنے اور مچھر اور پسّو کے مرنے میں فرق ہے یا نہیں۔ مچھر اور پسّو روح بخاری رکھتے ہیں مر جاتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں۔ میں تجھے ان سے جدا کرنا چاہتا ہوں، تو مر جائے گا مگر ختم نہیں ہوگا۔ تجھے تیری سواری سے اتار کر پیادہ کر لیں گے، تیری سواری (بدن) کو تجھ سے لے لیں گے پیادہ ہونے پر تجھے جاننا چاہیئے کہ تو کہاں جائے گا۔ اس وقت تجھے اپنے مرنے اور حیوانات کے مرنے میں فرق معلوم ہو جائے گا۔

مجھے چاہیئے کہ میں پہلے تیری زندگی بیان کروں پھر موت کا تذکرہ کروں، کیا تو سمجھتا ہے کہ برزخ میں تیری کیا حالت ہوگی اور اس کے بعد جو حالتیں ہیں۔ ان میں سے کیونکر گزرنا پڑے گا۔ تو زندگی بسر کرنے کے بعد مرنے کے وقت اپنی سواری (بدن) سے کس طرح جدا ہوگا۔

اپنے مرنے کو غور سے سن لے تاکہ میں تجھے حیوانات سے الگ کر کے دکھلاؤں۔ اب میں زندگی کی کیفیتوں کو بیان کرتا ہوں تاکہ تیری سمجھ میں اچھی طرح آ جائے کہ تو کس طرح

متفرق کیا جائے گا پھر کس طرح جمع کیا جائے گا - اگر آپ کو کوئی اسطرح دعا دے کہ آپ ہزار سال زندہ رہیں تو آپ سمجھ لیجئے کہ وہ آپ سے مذاق کر رہا ہے -

ایُحِبُّ احدکم لو یعمر الف سنۃ

کیا آپ میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ ہزار سال زندہ رہے، کیا آپ پانچ سو سالہ زندگی کو پسند کرتے ہیں؟ کیا آپ میں سے کوئی ایک سو بیس سال زندہ رہنا چاہتا ہے۔ اسوقت آپ کی حالت یہ ہو جائے گی کہ لوگ آپ کے منہ میں لقمہ ڈالیں، آپ کے بیٹے اور ان کی بیویاں بد دعائیں دے رہی ہوں گی کہ اس بڈھے کی یہ خوراک اس کے لئے سانپ کا زہر ثابت ہو - اس وقت یہ حالت ہو جائے گی، کہ آپ خود طہارت نہیں کر سکیں گے، دوسرے لوگ استنجا کرائیں گے - ان حالات میں مرنے کے لئے کچھ غور و فکر کرنا چاہیئے - مرنے کے لئے کوئی تدبیر سوچنا چاہیئے - اس زندگی میں غور کرنا چاہیئے - ہمارا ایک خالق ہے، انسان کثافتوں میں آلودہ ہے، اور وہ خالق مہربان انتہائی لطافت میں ہے - وہ انسانوں سے بزرگ و بالاتر ہے - اگر وہ آپ سے پست یا مساوی ہوتا تو آپ کو خلق کس طرح کرتا - اسی طرح وہ آسمانوں اور زمینوں سے اور اس سے جو کچھ ان میں ہے روشنی اور تاریکی سے، عقل سے ملائکہ مقربین و مطیعین سے بزرگ و برتر ہے - اگر ان سے پست یا انکے مساوی ہوتا تو انہیں خلق کس طرح کرتا - وہ تمام موجودات سے بزرگ و برتر ہے -

اے انسان! اللہ تعالیٰ نے تیرے دو جسم خلق کئے ہیں اور چار روحیں خلق کی ہیں - تین روحوں میں حیوانات شریک، ایک روح ایسی ہے جس میں تو حیوانات سے ممیز و ممتاز ہے - اس روح میں حیوانات تیرے شریک نہیں ہیں - یہی وہ روح ہے جو قیامت کے دن کہے گی -

یقول الانسان یومئذٍ این المفر

"انسان کہے گا کہ آج کے دن بھاگنے کی جگہ کہاں ہے"

ارشاد ہوتا ہے:-

کلا لا وزر الی ربک یومئذ المستقر

ینبوء الانسان یومئذ بما قدم واخر

ایسا نہیں ہو سکتا، اس کے لئے آج تیرے رب کے پاس ٹھکانا نہیں۔ آج انسان نے جو اعمال کئے، اس کا بدلہ پائے گا۔

ان دو بدنوں میں سے ایک تیرا بدن جسد مادی ہے۔ وہ ایک صورت بھی رکھتا ہے۔ یہ بدن عنصری ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تین ہزار اعضا اور چار ہزار قوتیں قرار دی ہیں۔ اس کے علاوہ اس جسم میں شریانیں، اعصاب، پٹھے اور رگیں ہیں اور گوناگوں اقسام کی ہیں۔ بعض کی شکل حروف کی ہے، بعض کی شکل الف لام کی ہے بعض جڑی ہوئی ہیں بعض کی شکل گھنڈی کی ہے۔ اور بعض کی شکل گھنڈی کے مقام سی ہے۔ پس اس صانع عالم نے جسے تو نہیں پہچانتا انہیں رگوں اور ہڈیوں سے جوڑا ہے۔ اس نے انسانی بدن میں مختلف رگوں کو قرار دیا ہے۔ بعض موٹی ہیں اور بعض نازک ہیں بعض رگیں شعری ہیں جو باریک بال کی طرح ہیں اے بے مروت انسان تیرے بدن میں ایک رگ ہے جو بال سے بھی زیادہ نازک ہے، وہ کھوکھلی اور اندر سے خالی ہے۔ بے انصاف غور کر کہ اسے کس نے درست کیا ہے؟ اور کس نے اس میں سوراخ پیدا کیا ہے۔ اسے کھوکھلا رکھا ہے؟ تاکہ اس میں ہوا داخل ہو سکے اور اسے خوراک پہنچ سکے۔ یہ بھی رگ کی ایک قسم ہے۔ ایک اور قسم کی رگیں ہیں جن کے ایک طرف خون کی جگہ ہے، دوسری طرف ہوا کی جگہ ہے۔ اور ان میں زندگی کو جاری وساری کیا ہے جو اجزائے روح کی جگہ ہے اور محل اذیت ہے، اسے خون کے جاری رہنے کی جگہ سے نیچے رکھا ہے۔ اور جو محل اذیت نہیں، ان سے مجرائے

روح رگ کو اوپر رکھا ہے۔ ان صنائع الٰہیہ پر غور کرو اور کہو۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حَقًّا حَقًّا

کوئی معبود نہیں مگر اللہ، وہی حق ہے، حق ہے۔

جب آپ میں سے کوئی ان صنائع الٰہیہ کو سنے تو الٰہی عظمت وجلال پر توجہ کرنا چاہیئے۔ پھر اپنی حالت پر نظر کیجئے اور کہیئے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ پھر سرکارِ احدیت میں عرض کیجئے۔ پالنے والے! میں اپنے اس اقرار کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میرے اس اقرار کو میری موت کے وقت اور منکر ونکیر کے سوال کے وقت میری طرف لوٹا دینا۔

خلقتِ انسانی پر دعوتِ فکر

اسی انسانی آنکھ کو دیکھیئے۔ خالق نے اس میں ہزار ہا حکمتیں رکھی ہیں۔ ایک یونانی حکیم کا مقولہ ہے کہ اس آنکھ میں اوضاع خارجیہ کے لحاظ سے دس ہزار حکمتیں ودیعت کی گئی ہیں۔ اور بعض ایسی حکمتیں ہیں جو ہمارے ادراک سے بالاتر ہیں۔ اگر ان تیس مجلسوں میں میں اعضائے انسانیہ میں سے کسی ایک عضو کی حکمتوں کو بیان کروں تو میرا بیان ختم نہیں ہوگا۔

اس ظاہری بدن کے علاوہ انسان کو ایک باطنی بدن عطا ہوا ہے۔ جو غیب ہے اور صورتِ محض ہے۔ مادہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں وہ جسم مثالی ہے یہ جسد مثالی عالمِ برزخ سے تعلق رکھتا ہے۔ مرنے کے بعد قیامت تک اسی جسم سے آمد ورفت کا تعلق ہے۔ یہی اصلی جسم ہے۔ انسان میں ایک روح طبعی ہے۔ ایک روح نفسانی۔ روح نفسانی کی قرارگاہ دماغ ہے۔ یہی روح تصور، خیال، تذکر اور تفکر کا مخزن ہے۔ دورِ حاضر میں اللہ نے عقلی وشعور اقوام یورپ کو دیا ہے۔ جنہوں نے دخانی جہاز مشین کو ایجاد کیا ہے۔

ابتدائے آفرینش میں انسان درختوں کے پتوں سے اپنا جسم ڈھانپتا تھا۔ پھر کھالیں پہننے لگا۔ کسی قدر ترقی کی تو جولاہے کا پیشہ وجود میں آیا۔ اور لوگ بنا ہوا لباس پہننے لگے اس زمانے میں جولاہے اشرف مخلوقات خیال کئے جاتے تھے۔ وہ روئی کو نکال کر لباس بناتے تھے۔ یہانتک کہ چرخہ ایجاد ہوا۔ کسی نے کہا کہ انہوں نے اتنے عظیم الشان کام کئے ہیں اس لئے خدا ہیں۔ جیسا کہ اس زمانہ میں لوگ خدایانِ فرنگ سے اتنا متاثر ہیں، قریب ہے کہ ان کی الوہیت کو ثابت کرنے لگیں۔

الغرض روحِ نفسانی کا معدن دماغ ہے۔ اگر دماغ کے دس اوضاع میں سے کسی کو صدمہ پہنچ جائے تو روحِ نفسانی میں نقص آجاتا ہے۔ ایک روح کا مقام جگر ہے ایک روح کا مقام پھیپھڑا ہے اسی پر انسانی زندگی کا انحصار ہے۔ یہ روح ہوا کو جذب کرتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس حقیقت پر یقین نہ رکھتا ہو کہ زندگی اسی روح سے والبستہ ہے۔ وہ ذرا اپنے سانس کو روک کر دیکھ لے کہ وہ ہلاک ہوتا ہے یا نہیں۔ پس زندگانی کا انحصار اسی روحِ حیوانی پر ہے۔ یہ تین قسم کی روحیں حیوان بھی رکھتے ہیں۔ روح کی ایک اور قسم روحِ انسانی ہے۔ جو انسان کے لئے مخصوص ہے۔ اسی روح کے متعلق اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:۔

ثم انشا ناہُ خلقًا اخر فتبارک اللہ احسن الخالقین

پھر ہم نے ایک اور خلق کو اس میں پیدا کر دیا۔ بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو بہترین خالق ہے۔

روحِ انسانی جسدِ مثالی میں آمد و رفت رکھتی ہے۔ روحِ طبعی، روحِ نفسانی اور روحِ کبدی کیفیت سیر نہیں رکھتیں۔ یہ ایک خصوصیت ہے کہ روحِ انسانی انسان میں موجود ہے جو دوسرے حیوانات سے تعلق نہیں رکھتی۔ اب جبکہ آپ حضرات روحِ نفسانی روحِ کبدی، روحِ طبعی اور روحِ انسانی سے واقف ہو گئے ہیں آپ سمجھ گئے

ہوں گے کہ مرنے کے وقت کیا ہوگا اور آپ کے مرنے اور حیوانات کے مرنے میں کیا فرق ہے ۔ انشاء اللہ اب آپ اپنے حالات سے واقف ہو چکے ہوں گے ۔

مصائب

اب چونکہ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ہر مجلس کے آخر میں اہل دل شکستہ معصوم کے لیئے اپنے دل کو شکستہ کریں ۔ میں اپنی گذشتہ مجلس میں بیان شدہ فقروں کا تتمہ بیان کرتا ہوں ۔

سرکار رسالت ؐ نے جناب امیر علیہ السّلام کے لیئے گریہ فرمایا اور بیان فرمایا ۔ کہ جناب امیر علیہ السّلام کی ریش مبارک خون سر سے خضاب کی جائیگی ، سرکار ولایت علی مرتضیٰ نے سرکار سید الشہداء ؑ کے لئے گریہ فرمایا اور فرمایا کہ ان کی ریش اقدس بھی خونِ سر سے خضاب کی جائیگی اور سید الشہداء ؑ سے فرمایا کہ ہم دونوں کی ریشہائے مطہر خونِ سر سے خضاب ہونگی ۔ میری محرابِ مسجد میں اور تمہاری کربلا میں ۔ یہ تو جناب امیرؑ اور جناب سید الشہداء ؑ کے خضاب کا تذکرہ ہے ۔

جناب زینب ؑ کا بوسہ برحبلِ سید الشہداء ؑ

ایک جناب امیر المومنین ؑ کی دختر ارجمند علیا جناب زینب ؑ کا بھی خضاب ہے ۔ یہ خضاب آپ نے اس وقت کیا جب آپ بھائی کی نعش پہ آئیں قتل گاہ میں پہنچ کر پہلے بھائی کی نعش کو چوما ، سر تو نہیں تھا ، خدا معلوم کہاں سے چوما (ایک ایرانی شاعر نے علیا جناب زینب کی زبانِ حال سے اس وقت کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے ۔ مترجم) ؎

جائے یک بوسہ من بر ہمہ اعضائے تو نیست
خاک عالم بہ سرم کز اثر تیر و سناں

ام المصائب کے نوحے کے بعض فقرات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دو جگہوں کو چوما ۔ ایک سہ شعبہ تیر کے لگنے کی جگہ کو چوما ، دوسرے اس مقام کو چوما جو بوسہ گاہِ سرکارِ رسالت تھی ۔

قال الراوی فواللہ لا انسیٰ زینب بنت علیؑ وهی تندب الحسین وتنادی بصوت حزین وقلب کئیب یا محمداہ صلی اللہ علیک ملیک السماء هذا الحسین مرمل بالدماء مقطع الاعضاء وبناتک سبایا الی اللہ المشتکی والی محمد المصطفیٰ والی علی المرتضیٰ والی حمزة سید الشهداء یا محمداہ هذا الحسین بالعراء تسفی علیہ الصبا قتیل اولاد البغایا یا حزناہ یاکرباہ الیوم مات جدی رسول اللہ یا اصحاب محمد هؤلاء ذریة المصطفیٰ یساقون سوق السبایا۔

راوی کہتا ہے کہ مجھے وہ وقت نہیں بھولتا جبکہ علیا جناب زینبؑ بنت علیؑ نوحہ کر رہی تھیں اور غمگین آواز اور درد بھرے دل سے پکار رہی تھیں۔ اے نانا رسولؐ تجھ پر آسمان کا مالک درود بھیجے۔ یہ آپ کا حسینؑ خاک وخون میں آغشتہ پڑا ہے اس کے اعضائے جسم قطع کر دیئے گئے ہیں۔ تمہاری بیٹیاں قیدی بنالی گئی ہیں میں ان مظالم کی شکایت اللہ سے، محمد مصطفیٰ سے علی مرتضیٰ سے اور حمزہ سید الشہداءؑ سے کرتی ہوں۔ نانا رسولؐ! یہ آپ کا حسینؑ صحرا میں پڑا ہے۔ اس پر اڑ اڑ کر خاک پڑ رہی ہے۔ اسے بدکاروں کی اولاد نے قتل کیا ہے۔ ہائے افسوس، آج میرے جد رسول اللہؐ دنیا سے سفر کر گئے۔ اے اصحاب محمد مصطفیٰ، یہ محمد مصطفیٰؐ کی اولاد ہے۔ جنہیں قیدیوں کی طرح چلایا جا رہا ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط

باسمہ تعالیٰ

المجلس الاحدی والثلاثون فی موعظۃ شہر ذیحجۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا ھو الحی القیوم ذو الجلال والاکرام والفضل والانعام الذی لیس لقضائہ دافع لا لعطائہ مانع ولا کصنعہ صنع صانع وھو الجواد الواسع، فطر اجناس البدائع والیقن بحکمتہ الصنائع ولا یخفی علیہ الطلائع ولا تضییع عندہ الودائع، جازی کل صانع رائیس کل قانع، وراحم کل ضارع منزل المنافع، والکتاب الجامع، والنور الساطع وھو للدعوات سامع وللمطیعین نافع وللدرجات رافع، وللکربات دافع، وللجبابرۃ قامع، وراحم عبرۃ کل ضاوع ورائع ضرعۃ کل ضارع نحمدہ علیٰ نعمائہ العظام ونشکرہ علی الائہ الجسام ونصلی ونسلم علیٰ نبیہ محمد اشرف الانام المبعوث الی الخاص والعام وعلیٰ اہل بیتہ الائمۃ الکرام والدعاۃ الی دار السلام علیہم من التحیۃ و السلام، ما تتابعت اللیالی والایام وتعاقبت الشھور والاعوام

عباد اللہ! این الذین عمروا فنعموا وعلموا وفھموا فانظروا وسلھوا فنسوا امھلوا طویلا ومنحوا جمیلا وحذروا الیما وعدوا جسیما احذروا الذنوب المورطۃ والعیوب المسخطۃ یا اولی الابصار والاسماع والعافیۃ والمتاع ھل من مناص او خلاص او معاذ او فرار او مجار ام لا؟ (فانی توفکون)

ام این تصرفون ؟ ام بما ذا تغترون ؟ وانما حظ احدکم من الارض ذات الطول والعرض قید قدہٖ متعفراً علیٰ خدہٖ الآن عباد اللہِ والخناقُ مھمل والروحُ فی فینۃِ الارتیادِ وراحۃِ الاجسادِ وباحۃِ الاحتشادِ ومھلِ البقیۃِ وانفِ المشیئۃِ وانظارِ التوبۃِ وانفساحِ الحوبۃِ قبلَ الضنکِ والمضیقِ والروعِ والزھوقِ وقبلَ قدومِ الغائبِ المنتظرِ واخذۃِ العزیزِ المقتدرِ

(نہج البلاغہ ص ۱۴۳ جزا۔ طبع مصر)

امیر المومنینؑ کی تقریر اور اندازِ تقریر

بندگانِ خدا! وہ لوگ آج کہاں ہیں جنہیں طولانی عمریں دی گئیں اور انہوں نے عیش میں زندگی بسر کی، جنہیں احکامِ الٰہی کی تعلیم دی گئی اور اسے وہ خوب سمجھے، مگر اس پر عمل پیرا نہ ہوئے جنہیں مہلت دی گئی مگر انہوں نے غفلت برتی اور صحت وسلامتی عنایت کی گئی۔ مگر وہ اسے بھول گئے، انہیں عرصہ دراز تک ڈھیل دی گئی، عمدہ نعمتیں عطا کی گئیں دردناک عذاب سے ڈرایا گیا، ان سے اجرِ عظیم کے وعدے کیے گئے (ان کے انجام سے عبرت حاصل کرکے) ہلاک کرنے والے گناہوں اور خدا کے ناراض کردینے والے عیبوں سے ڈرو۔ اے آنکھ کان والو! صحت وسلامتی اور مال ومتاع (رکھنے) والے انسانو! بتاؤ کوئی بچنے یا رہائی حاصل کرنے یا پناہ لینے یا آڑ پکڑنے یا بھاگنے یا پلٹ کر جانے کی جگہ ہے بھی یا نہیں؟ (اور وہ یقیناً نہیں ہے) تو پھر تم کدھر بہتے جاتے ہو؟ یا کدھر پھرے جاتے ہو؟ یا کس دھوکے میں پڑے ہوئے ہو؟ دیکھو اس لمبی چوڑی زمین میں تم میں سے ہر شخص کا حصہ اس کے قد وقامت کے بقدر (قبر) ہے جہاں وہ اپنے رخسارے کے بل خاک آلود پڑا ہوگا۔

بندگانِ خدا! اسوقت جبکہ (گلا گھونٹنے والی) رسی کھلی ہوئی ہے اور روح

(موت کے پنجے سے) آزاد ہے حق کی جستجو کرنے کی گھڑی (ساعت) جسموں کی راحت (باہمی امداد کے لئے) اکٹھے ہو جانے کے صحن، بقیہ دور زندگانی کی مہلت اختیار کی ابتداء، توبہ کی مہلت، زمانہ حاجت کی کشادگی کے عالم میں پریشان حالی اور مکان تنگ، خوف و اضمحلال نیز انتظار کی جانیوالی غائب موت کے آنے اور خدائے غالب و توانا کی گرفت سے پہلے عمل کر لو۔

روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا تو لوگوں کے جسم کانپنے لگے۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور دل کانپ اٹھے۔ اور کچھ لوگوں نے اس خطبہ کا نام خطبۂ غرّا رکھا ہے۔

وعظ کے لئے سیرت معصومین ع

یہ موعظہ سرکارِ ولایت علی مرتضیٰ کا موعظہ ہے، امیر المومنین علیہ السلام اپنے تمام اوقات کو موعظہ میں صرف فرماتے تھے۔ موعظہ کے لئے جناب امیر علیہ السلام کوئی خصوصیت نہیں رکھتے کہ منبر پر ہی تشریف لیجا کر موعظہ فرمائیں۔ جس طرح آپ منبر پر تشریف لیجاکر موعظہ فرماتے تھے۔ اسی طرح سر بازار ہر طرح کے آدمی کو اسکی صنف اور اس کے پیشے کے لحاظ سے موعظہ فرماتے تھے۔ گھر میں موعظہ فرماتے تھے۔ حسنین علیہما السلام کو موعظہ فرماتے تھے۔ اگر کوئی نہ ہوتا تھا تو آپ موعظہ کو تحریر فرماتے تھے۔ موعظہ فرمانا سرکارِ رسالتؐ اور تمام اولیاء و انبیاء علیہم السلام کی شان ہے، امامت اور نبوت کا پھل موعظہ ہے۔ علم کا ثمر موعظہ ہے۔ ہمارے اس زمانے میں موعظہ موجب ننگ و عار خیال کیا جاتا ہے۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تمام عبادات اور جہاد کو ایک طرف رکھا جائے اور موعظہ کو دوسری طرف رکھا جائے، تو موعظہ سب عبادات کے برابر بلکہ تمام اعمالِ خیر سے بڑھ کر ہے۔

مَا اعمال الخیر کلھا والجہاد فی سبیل اللہ عند الامر بالمعروف ونھی عن المنکر

تمام کے تمام اعمالِ خیر حتیٰ کہ خدا کی راہ میں جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقابلے میں اس طرح ہیں جس طرح ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر کے مقابلے میں نمی ہو۔ اور اس سے افضل ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ عدل بیان کرنا ہے۔ کوئی عمل موعظہ کے مرتبہ کو کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے نہیں پہنچتا۔ بلکہ تمام کام موعظہ کے مقابلے میں اس طرح ہیں جس طرح سمندر کے مقابلے میں نمی ہو۔ جناب امیرالمومنینؑ کے مواعظ میں سے جو آپ نے مسجد میں منادی کرنے والے کی طرح فرمائے ہیں ایک موعظہ یہ ہے:۔

تجہزوا رحمکم اللہ فقد نودی بالرحیل واقلوا العرجۃ علی الدنیا وانقلبوا بصالح ما بحضرتکم من الزاد فان امامکم عقبۃ کئود ومنازل مخوفۃ مھولۃ لابد من الورود علیھا والوقوف عندھا واعلموا ان ملاحظۃ المنیۃ نحوکم دانیۃ وکانکم بمخالبھا وقد نشبت فیکم وقد دھمتکم منھا مفظعات الامور ومعضلات المحذور فقطعوا علائق الدنیا واستظھروا بزاد التقویٰ۔

خدا تم پر رحم کرے، آخرت کے سفر کے لئے تیار ہو جاؤ، کوچ کے لئے منادی کی آواز بلند ہو چکی ہے۔ چاہئے کہ سُبک زادِ راہ اور سامانِ سفر اٹھائیے۔ کیونکہ تمہیں بہت سخت گھاٹیاں درپیش ہیں۔ ایسی منزلیں ہیں جو پُرخوف اور ہولناک ہیں۔ تمہارا ان منزلوں پر وارد ہونا اور وہاں ٹھہرنا ضروری ہے۔ موت تمہارے قریب پہنچنے والی ہے گویا کہ تم اس کے گرفت میں ہو اور اس نے اپنے پنجے گاڑ دیئے ہیں۔

دنیا سے قطع تعلق کرو اور تقویٰ کے زادِ سفر کو اپنی پشت و پناہ بناؤ۔
اس خطبہ کے آخر میں جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ اس کٹھن راہ کا سامانِ سفر تقویٰ اور دینِ خدا ہے۔

ہاں جناب امیر علیہ السّلام نے اس خطبہ اور موعظہ میں جو ہمارا عنوان بیان ہے ارشاد فرمایا ہے "احذروا الذنوب المورطۃ" مہلک گناہوں سے ڈرو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا:۔
یا اولی الابصار والاسماع والعافیۃ والمتاع ھل من مناص او خلاص او معاذ او فرار او محار ام لا فانی تؤفکون ام این تصرفون او بماذا تغترون
یہ کلام جناب امیر المومنین علیہ السّلام ہے جو تحت کلام خالق اور فوق کلام مخلوق ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔
اے آنکھ، کان والو! اے صحت و سلامتی اور مال و متاع والے انسانو بتاؤ کہ اگر گناہ کی حالت میں تم دنیا سے جاؤ (درحالیکہ تم نے خدا سے کوئی رابطہ پیدا نہ کیا ہو) تو کوئی بچنے یا رہائی حاصل کرنے یا پناہ لینے یا آڑ پکڑنے یا بھاگنے یا پلٹ کر جانے کی جگہ ہے بھی یا نہیں؟

کہتے ہیں کہ جب جناب امیر علیہ السّلام نے یہ موعظہ فرمایا تو لوگوں کے جسم کانپنے لگے۔ آنسو رواں ہو گئے، دل کانپنے لگے، معلوم نہیں کہ اس موعظہ سے آپ کے دلوں میں خوفِ خدا پیدا ہوا ہے یا کہ نہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ جس سے دلوں میں خوفِ خدا داخل ہو جائے اس موعظہ پر کلامِ خدا، کلامِ پیغمبر اور کلامِ امام کی روشنی میں غور کرنا چاہئے۔ جناب امیر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ انتظار کی جانیوالی غائب موت اور خدائے غالب و توانا کی گرفت سے پہلے عمل کرو۔ تاکہ تمہارے لئے بچنے کی جگہ، رہائی حاصل کرنے کی جگہ، پناہ لینے کی جگہ، آڑ پکڑنے کی جگہ یا پلٹ کر جانے کی جگہ ہاتھ آجائے۔ اگر آپ عمل کرنا نہیں چاہتے تو پھر اسے اس روز تک چھوڑتے جائیے

کہ جس دن نہ کوئی چارہ کار ہوگا نہ علاج (اگر آپ فلاح چاہتے ہیں) تو ایسی روحانی سلطنتوں کی رعایا ہو جیئے جو نجات کی کفیل ہو جائیں۔ آج عرفہ کا دن ہے۔ ایسا دن ہے کہ آج آپ کا دل اللہ کی طرف مائل ہونا چاہیے۔ آج آپ کو مخلوق کی بجائے خالق کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے ایک ایسے شخص سے جو عرفہ کے دن عرفات میں لوگوں سے سوال کر رہا تھا۔ فرمایا۔ آج ایسا دن ہے کہ تجھے مخلوق کی بجائے خالق کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اگرچہ آج ہمیں عرفات میں قیام کی سعادت حاصل نہیں ہے۔ تاہم ہم سرکار سید الشہداء کے حضور میں قیام سے سعادت اندوز ہیں۔ آج ہمیں سرکارِ احدیت کی طرف اس طرح متوجہ ہونا چاہیے کہ ہمارے دلوں میں خوفِ خدا پیدا ہو جائے۔ ہم سب گنہگار ہیں۔ اے کاش ہم ایسے اشخاص ہی ہو جائیں جو اپنے گناہوں پر خوش نہیں ہوتے گناہگار دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں جو گناہ کرتے ہیں اور گناہ پر تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ بلکہ گناہ سے پہلے یہ خیال بھی کرتے ہیں کہ میں یہ گناہ کیوں کروں اور یہ فعل شنیع مجھ سے کیوں صادر ہو۔ گویا ایسے شخص کو فعل شنیع سے کچھ نفرت ضرور ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے لوگ اپنے دل میں کچھ خوفِ خدا ضرور رکھتے ہیں۔ دوسرے وہ گناہگار ہیں جو گناہ کرتے ہیں اور گناہ پر انہیں کوئی تکلیف یا رنج و ملال نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ خوشی محسوس کرتے ہیں اور گناہ پر فخر و مباہات کرتے ہیں۔ اب آپ اپنے طور پر غور کریں کہ آپ کی حالت کہیں ایسی تو نہیں کہ گناہ ذریعۂ فخر و مباہات ہو گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو آپ کو جان لینا چاہیے کہ آپ کے ایمان کا معاملہ تباہی تک پہنچ چکا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو گناہگار گناہ پر رنج محسوس نہ کرے۔ اس کے ایمان کا معاملہ تباہی کی حد تک پہنچ چکا ہے۔ جب انسان

زیادہ گناہ کرتا ہے تو گناہوں کی تاریکی ایمان کی روشنی کی جگہ لے رہی ہوتی ہے بعض ایسے گناہگار ہیں کہ ان کے گناہوں کی تاریکیوں سے نورِ ایمان ختم ہو جاتا ہے بعض ایسے بھی گناہگار ہیں کہ مرنے کے وقت تک صاحبِ ایمان ہوتے ہیں۔ لیکن زیادتی گناہ کی وجہ سے ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ موت کے وقت شیاطین عدیلہ آتے ہیں اور یہ لقیہ جزوی ایمان بھی لے جاتے ہیں۔ جس چیز سے میں ڈرتا ہوں وہ اعمال پر غرور ہے۔ یہ غرور دنیا میں ہی ایمان کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ یا شیاطین عدیلہ موت کے وقت ایمان لے جاتے ہیں۔ اس وقت اگر ان چیزوں کا کوئی علاج ہے تو وہ خوف و خشیتِ خدائے رحمٰن ہے اگر خوف کی کیفیت ہے تو مغفرت کی صورت ہے، ورنہ ہلاکت ہے۔ مغفرت کی خوشخبری خوفِ خدا کے بعد وارد ہوئی جیسا کہ کلامِ خدا میں ہے۔

مَنْ خَافَ عَنْ رَبِّہٖ فَبَشِّرْہُ بِمَغْفِرَۃٍ وَّاَجْرٍ کَرِیْمٍ

(اے حبیبؐ!) جو شخص اپنے رب سے ڈرتا ہے اسے مغفرت اور اجرِ کریم کی خوشخبری دے دے۔

انسان کو مغرور اور خود پسند نہیں ہونا چاہئے۔ ان امور پر غرور نہیں کرنا چاہئے کہ "میں عالم ہوں" یا "میں عالم کا بیٹا ہوں" "یا میں سیّد ہوں" یا "میں مجالس عزا بپا کرتا ہوں" "یا میں عبادات بجا لاتا ہوں" اس لئے "جو کچھ بھی میں نے کیا ہے یا کرتا ہوں" مجھے (نجات کے متعلق) اطمینان ہے۔

بھلا ایسا شخص یہ نہیں سوچتا کہ حلالِ خدا حرام اور حرام خدا حلال نہیں ہو سکتا۔ حلالِ محمدؐ روزِ قیامت تک حلال ہے اور حرامِ محمدؐ روزِ قیامت تک حرام ہے۔

ہم نے جو بیان کیا کہ گناہوں سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق

قرآن حکیم میں کچھ آیات ہیں۔ ہم ان میں سے بعض آیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں یہ قرآنی آیات ہیں۔ یہ بیانات اجتہادیہ نہیں کہ آپ کہہ دیں ہم آپ کی تقلید نہیں کرتے ان آیات میں سے ایک آیت یہ ہے:۔

فاعقبھم نفاقاً فی قلوبھم الیٰ یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ وعدہ وبما کانوا یکذبون

چونکہ انہوں نے خدا سے خلاف عہد کیا۔ پس موت کے وقت (یوم ملاقات) انجام کار ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا گیا۔ کیونکہ وہ جھٹلاتے تھے۔

زمانۂ سرکار رسالتؐ میں ایک شخص نے عہد کیا۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے مال دے گا وہ مال اللہ کے رستے میں دے گا۔ اللہ تعالےٰ نے اسے مال دیا۔ رسول اللہؐ نے ایک شخص کو اس کے پاس بھیجا اور مال خدا کا مطالبہ کیا۔ اس نے جواب میں کہا کیا سرکارِ رسالتؐ ہم سے جزیہ چاہتے ہیں۔ فرستادہ شخص لوٹ آیا اور جو کچھ اس نے کہا تھا سرکارِ رسالتؐ سے عرض کر دیا۔ وہ مالدار شخص بعد میں پشیمان ہؤا۔ مال لے کر حاضر ہوا۔ رسول اللہؐ نے قبول نہ فرمایا اور فرمایا۔ ذالک بما عصوا وکانوا الخ یہ اس کا نتیجہ ہے۔ جو اس نے نافرمانی کی زیادتیِ گناہ ایمان کو ختم کر دیتی ہے۔ اس بارے میں ایک اور آیت ہے:۔

کان عاقبۃ الذین اساء والسوءٰ کان کذبوا بایات اللہ وکانوا بھا یستھزؤن۔

ان لوگوں کا انجام جنہوں نے گناہ بہت کیے یہ تھا کہ وہ آیات الٰہیہ کو جھٹلائیں اور وہ ان پہ مذاق کریں اور کافر ہو جائیں۔ یہ وہی آیت ہے

جیسے علیا جناب زینب طاہرہ نے یزید معلون کے دربار میں بطور استدلال بیان فرمایا تھا، کوئی یہ نہ کہے کہ میں ہی قرآن سے استدلال کرتا ہوں۔

صدیقۂ صغریٰ علیا جناب زینبؑ نے یزید سے ارشاد فرمایا تھا۔ جن لوگوں نے بہت گناہ کیئے ان کا انجام یہ تھا کہ انہوں نے دین خدا کی تکذیب کی اور اس کا مذاق اڑایا۔ پس وہ کافر ہو گئے۔ اب آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ گناہوں کا انجام کار کیا ہے کثرتِ گناہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

ڈرو، تاکہ خوف تمہارے دلوں میں داخل ہو جائے۔ بعض گنہگار ایسے ہیں کہ جن کے دلوں میں خوفِ خدا داخل ہوتا ہے اور بعض ایسے گنہگار ہیں کہ وہ اللہ سے بالکل نہیں ڈرتے بالخصوص عتبات عالیات میں رہنے والے کہ جو غرور میں ڈوب گئے ہیں۔ بعض اوقات میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنی تقریر و وعظ اس طرح بیان کروں جس طرح وہ چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ واعظ تنذیر کا پہلو اختیار نہ کرے اور ایسے مضامین بیان نہ کرے جن سے ان کے دل میں خوفِ خدا پیدا ہو۔ یہ امر خدا و پیغمبر خداؐ کی روش کے خلاف ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے :۔

خافونی ان کنتم مؤمنین۔ مجھ سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔ پھر فرمایا ہے اِنَّ عذابی ھو العذاب الالیم۔ تحقیق میرا عذاب وہ بہت دردناک عذاب ہے۔ پھر فرماتا ہے اِنّہ لشدید العقاب۔ تحقیق وہ خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔ ہاں ایسا بھی ہے کہ انہ لرؤف الرّحیم کہ وہ خدا مہربان اور رحیم بھی ہے۔

ماہ رمضان المبارک کی دعاہائے شب میں آپ نے کہا ہو گا :۔

الفینت انک انت ارحم الراحمین فی موضع العفو والرحمۃ واشد المعاقبین فی موضع النکال والنقمہ۔

میں نے یقین کیا ہے کہ تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا

ہے، جبکہ تو عفو و رحم پر مائل ہو اور تو سب سے زیادہ سخت عذاب کرنیوالا ہے جب کہ تو عذاب اور انتقام کو اختیار کرے۔

قرآن اور تذکیر میں کون سے سورۂ قرآن کو آپ کے سامنے تلاوت کروں کہ جس سے خوفِ خدا آپ کے دلوں میں پیدا ہو جائے۔ سورۂ اذا وقع کو تلاوت کروں جس کے متعلق سرکارِ رسالتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ اس سورہ نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے یا سورۂ غاشیہ کی تلاوت کروں یا کسی دوسری خوف پیدا کرنے والی سورۃ کی؟ آپ کا خود قرآن پڑھنا دردوں کی دوا اور امراض کے لئے شفا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ

اور ہم نے قرآن میں وہ چیز نازل کی ہے۔ جو مومنین کے لئے شفا اور رحمت ہے۔ کچھ لوگ جو کسی قدر مُلّا ہو جاتے ہیں وہ قرآنِ مجید کی تلاوت کو عار سمجھتے ہیں اور قرآن پر کان نہیں دھرتے (سنتے نہیں)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھو۔ تاکہ میں سنوں، اور تجھے قرآن پڑھنے یا سننے میں عار محسوس ہوتی ہے، سنو:۔

الْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ

"کھڑکھڑانیوالا (واقعہ) کیا ہے وہ کھڑکھڑانیوالا (واقعہ) اور تم کیا سمجھے کہ وہ کھڑکھڑانیوالا واقعہ ہے کیا؟ وہ دن جس دن آدمی ایسے ہو جائیں گے جیسے پھیلے ہوئے پتنگے اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دُھنکی ہوئی اون۔ پس جس کے اعمال نیک کی

تول بھاری نکلے گی، وہ تو خاطر خواہ عیش میں ہوگا اور جس کے اعمال نیک کی تول کم اترے گی تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا، تم کیا سمجھے کہ ہاویہ کیا ہے، دہکتی ہوئی آگ میں صرف ایک لفظ نارحامیہ کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ رب العزت فرماتا ہے۔ "دہکتی ہوئی آگ" کیا سرد آگ بھی ہوتی ہے جو خدا فرماتا ہے "گرم آگ" ہاں دنیا کی آگ اس آگ کی نسبت سرد ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا آتش فشاں ہوتے ہیں جو فوراً (اشیاء کو) راکھ کر ڈالتے ہیں۔ برق اگر سمندر پر گرے اگر ان چیزوں سے جو سمندر کی گہرائی میں ہیں چھو جائے تو انہیں بھی خاکستر کر ڈالتی ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جسے خدا آتش گرم کہے وہ کس قدر گرم آگ ہے۔

آپ کی دلی خواہش ہے کہ میں آپ سے کہوں کہ آپ نہ ڈریں۔ کیا آپ اس وقت سے نہیں ڈرتے جب آپ زمین تلے دفن ہوں گے۔ حضرت صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا باوجود اپنی جلالت قدر رفعت منزلت اور عصمت و طہارت قبر سے خائف تھیں۔ آپ نے جناب امیرالمومنینؑ سے وصیت کی کہ جب حضور مجھے دفن کر چکیں تو میری قبر پر کچھ عرصہ قیام فرمائیں، مجھے قبر سے خوف محسوس ہوتا ہے کیا میں اس پر آپ سے یہ کہوں کہ آپ قبر سے نہ ڈریں۔ کیا میں آپ سے یہ کہوں کہ آپ حشر و نشر سے اور ذکر محشر سے نہ ڈریں، حساب و کتاب سے نہ ڈریں، صراط سے اور صراط کی گھاٹیوں سے نہ ڈریں۔ کیا میں کہوں کہ آپ جہنم سے نہ ڈریں۔ جب جہنم کو مہار کیے ہوئے جانور کی طرح پیش کیا جائے گا۔ انبیاءؑ خوف سے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے، آپ نہ ڈریں، حضرت ابراہیم خلیل اللہ جب گھٹنوں کے بل گریں گے تو عرض کریں گے رب انا خلیلکؑ (پالنے والے میں تیرا خلیل ہوں) تمام انبیاءؑ نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے۔ ہمارے سرکار رسالتؐ امتی امتی کا نعرہ بلند فرمائیں گے۔ بعض گروہوں کو جہنم میں لے جائیں گے، بعض

پروانہ کی طرح خود جہنم میں گر پڑیں گے۔ بعض کو جہنم خود اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔ انشاء اللہ ان واقعات کو سُن کر آپ پر خوف طاری ہو گیا ہوگا۔ اور غرور کا نشہ اتر چکا ہوگا۔

عُرفہ کا تعارف

آج عرفہ کا دن ہے۔ حضرت آدمؑ کا کام اسی دن درست ہوا تھا۔ انشاء اللہ ان کی اولاد کا کام بھی آج ہی درست ہو جائے گا۔ حب دا پر یقین کے بعد بہترین امور خوف خدا ہے کہ اسی سے انجام بخیر ہوتا ہے۔ ہمیں اب ذکر مظلوم کربلا حضرت سید الشہداءؑ کرنا ہے (کیونکہ یہ ذکر بھی انجام بخیر کا ذریعہ ہے) ہم سید الشہداءؑ (ارواحنا لہ الفدا) کے آج کے واقعات کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ آج عرفات کے میدان میں وقوف کا دن ہے، دعا کا بھی دن ہے۔ میں آج کے حالات بھی بیان کروں گا۔ آج حجاج مکہ سے عرفات جا رہے ہیں۔ سرکار سید الشہداءؑ آج مکہ سے باہر تشریف لے آئے ہیں۔ آپ نے ایک اور حج کے لئے احرام باندھا ہے۔ ہر حج ایک مؤذن رکھتا ہے متعارف حج کے مؤذن حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ جب آپ کعبہ کو تعمیر کر چکے تو اللہ تعالےٰ کا حکم ہوا:-

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔

لوگوں کو حج کے لئے اعلان دو کہ وہ تمام تمہارے پاس پیدل آئیں اور تمام دور دراز کے راستوں سے دُبلے دُبلے اونٹوں پر سوار ہو کر چلے آئیں۔

حضرت ابراہیم مقام ابراہیم پر تشریف لے گئے۔ وہ ایک پتھر ہے۔ آپ اس پتھر پر کھڑے ہوئے۔ آج آپ کے پاؤں کی جگہ اس پتھر پر ہے۔

آپ نے باآواز بلند فرمایا:- ھَلُمُّوْا اِلَی الْحَجِّ۔ "حج کے لئے آؤ"

تمام لوگوں نے جو اصلاب وارحام میں بھی تھے اس آواز کو سُنا۔ جس کسی نے لبیک نہیں کہا وہ حج سے مشرف نہیں ہوتا۔ اور جس کسی نے ایک دفعہ لبیک کہا ہے وہ ایک دفعہ مشرف ہوتا ہے۔ اور جس نے ایک سے زیادہ جتنی دفعہ لبیک کہا وہ اتنی دفعہ حج سے سعادت اندوز ہوتا ہے۔ سرکار سید الشہداؑ نے اس آواز پر بیس دفعہ لبیک کہا تھا۔ آپ بیس دفعہ مشرف ہوئے۔ مگر آپ اپنے اس آخری حج کو ختم نہ کر سکے کہ آپ کے گوش مبارک میں ایک اور صدا آئی اس اذان کے مؤذن سرکار رسالت محمد مصطفیٰؐ تھے۔

امام حسینؑ کو محمد حنفیہ کا مشورہ

اسی دن جس دن سرکار شہادت مکّہ سے روانہ ہوئے ہیں۔ جب مکہ سے باہر آئے آپ ناقہ پر سوار ہو چکے تھے۔ حضرت محمد حنفیہ حاضر ہوئے، انہوں نے ناقہ کی مہار کو پکڑ لیا۔ پھر اس طرح گفتگو ہوئی۔

محمد بن حنفیہ:۔ "بھائی جان! کیا آپ نے میرے اس مشورہ پر جو میں نے کوفہ تشریف نہ لے جانے کے متعلق عرض کیا تھا۔ غور فرمانے کا وعدہ نہیں کیا تھا؟"

سرکارِ شہادت:۔ "ہاں کیا تھا"

محمد بن حنفیہ:۔ پھر اتنی جلدی کوفہ کی طرف روانہ ہونے کا کیا سبب ہے؟

سرکارِ شہادت:۔ "اتانی رسول اللہ بعد ما فارقتک فقال لی اخرج یاحسین فان اللہ قد شاء ان یراک قتیلاً"

تمہارے مجھ سے جدا ہونے کے بعد رسول اللہؐ میرے پاس تشریف لائے حضورؐ نے مجھے فرمایا۔ اے حسینؑ! نکل جاؤ۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی ہے کہ تجھے (اپنی راہ میں) شہید دیکھے۔

محمد بن حنفیہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضور! جب یہ صورتِ حالات ہے

تو پھر ان مخدرات عصمت وطہارت کو ہمراہ لے جانے سے کیا مقصود ہے۔

سرکارِ شہادت ۔ میرے جد بزرگوار نے ان کے متعلق بھی فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ قَد شَاءَ اَن یَرَاھُنَّ سَبَایَا مُتَھَتِّکَاتٍ فِی اَسرِ الذُّل

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے کہ انہیں بھی قیدی دیکھے ...... نیز جب تک میں زندہ ہوں یہ مخدراتِ عصمت مجھ سے جدا نہیں ہونگی۔

حضرت محمد بن حنفیہ نے جب یہ سُنا تو انہوں نے بہت گریہ و بکا کیا اور سرکار سید الشہداء کو الوداع کہا اور کہا یا حسینؑ میں آپ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اس پر سرکار شہادتؑ نے اس حج کے لئے جس کے مؤذن سرکارِ رسالت محمد مصطفےٰؐ تھے احرام باندھا۔ اور آپ اس حج کے مناسک بجا لائے۔ یہاں تک کہ قربانی بھی اسی روز دی جو مناسک حج میں سے ایک نُسک ہے اور وہ قربانی جو قربان ہوئی حضرت مسلم بن عقیلؑ تھے۔ عرفہ کے دن سرکار سید الشہدائؑ نے مکہ سے سفر کیا تھا اور عرفہ ہی کے دن حضرت مسلمؑ کوفہ میں شہید ہوئے تھے۔ آپ کی یہ شہادت بہت رنج و مصائب برداشت کرنے کے بعد ہوئی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام جب اس حج کے مناسک کو بجا لا چکے پھر وارد کربلا ہوئے۔ پھر ایک اور حج کے لئے محل ہوئے اور احرام باندھا اس حج کے مؤذن سرکارِ رسالت محمد مصطفےٰؐ بھی تھے اور سرکار ولایت امیر المومنین علی مرتضیٰؑ بھی مؤذن تھے۔ سرکار عصمت وطہارت فاطمہ زہراؑ بھی مؤذن تھیں، اور سرکار صلح دامن حضرت امام حسنؑ بھی مؤذن تھے

مصائب نہم محرم ایک خواب

محرم کی نو تاریخ تھی سرکار شہادت امام حسین علیہ السلام کی کسی قدر آنکھ لگ گئی تھی کہ لشکرِ یزید نے حملہ کر دیا۔ سرکارِ مصائب علیا جناب زینبؑ حاضر ہوئیں اور عرض کیا بھائی جان! کیا آپ لشکر کی آوازوں کو نہیں سن رہے ہیں۔ بہت شور وغوغا بلند تھا۔ لشکرِ یزید کے آدمی

ایک دوسرے کو مذاق کر رہے تھے اور خوش تھے، کیونکہ جانتے تھے کہ اب حضرت امام حسینؑ کو مادی فتح کی امید نہیں رہی۔ القصہ جب زینبِ طاہرہؑ نے عرض کیا تو سرکار سید الشہداءؑ بیدار ہوئے اور اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔ اے بہن! میں نے ابھی خواب میں اپنے جدامجد محمد مصطفےٰؐ اور والد بزرگوار علی مرتضیٰؑ اور مادرِ مہربان فاطمہ زہراءؑ اور برادرِ گرامی قدر امام حسنؑ کو دیکھا ہے۔ فرما رہے ہیں حسینؑ! تو عنقریب ہمارے پاس آنے والا ہے۔ ایک فرشتہ بھی ان کے ہمراہ تھا جو ایک سبز شیشہ ہاتھ میں لیئے تھا۔ میرے جدامجد رسول اللہؐ نے فرمایا۔ بیٹا تو اس امت کا شہید ہے۔ اہل سماوات تیری تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ پس جلدی کرو۔ یہ فرشتہ یہ شیشہ لایا ہے تاکہ تمہارے مقدس خون کو لے اور اس شیشے میں رکھے، حضرت نے اس اذان پر بھی لبیک کہا اور تیار ہو گئے۔ سرکارِ وفا حضرت عباس سے فرمایا۔ جاؤ اگر تم کر سکو تو انہیں ایک رات کے لئے ہٹا دو یا انہیں رضامند کر لو کہ وہ ہمیں ایک رات کی مہلت دے دیں تاکہ ہم ایک رات اور اللہ کی نماز یں گزار لیں اور دعا و استغفار کر لیں میرا وہ معبود جانتا ہے کہ میں نماز، تلاوتِ قرآن اور کثرتِ دعا و استغفار کو بہت دوست رکھتا ہوں۔

یہ حج بہت سے مناسک رکھتا ہے۔ ۹ محرم کو عصر کے وقت سرکارِ شہادت نے اس حج کے لئے لبیک کہا اور روزِ عاشور بعد نماز ظہر اس حج کے مناسک ختم ہوئے مناسکِ حج میں ایک قربانی دینا بھی ہے۔ ایسی قربانی جو حضرت اسماعیل ذبیح کی قربانی سے عظیم و برتر تھی۔ وہ قربانی جو خُلق و خَلق میں سرکارِ رسالتؐ سے مشابہ تھی یعنی حضرت علی اکبرؑ۔ ان مناسک میں کئی باتیں ہیں۔ مثلاً مستحب ہے کہ ذبح سے قبل قربانی کو پانی دیا جائے۔ شہدائے اہل بیت تمام پیاسے تھے۔ مگر اس مخصوص قربانی کو سرکار سید الشہداءؑ نے پانی دیا ہے۔ لیکن وہ کس طرح۔ اپنی زبان سے پانی دیا

ہے۔ ظہر کا کچھ وقت گزرا تھا کہ حضرت اس حج سے مکمل ہوئے۔ ایک دوسرے حج کا احرام باندھا، اس حج کے مؤذن حضرت کی قربانی حضرت علی اکبرؑ تھے۔ حضرت علی اکبرؑ نے وقتِ شہادت میدان سے آواز دی۔ آخری وقت آپ نے بلند آواز سے کہا یہ میرے جد رسول اللہ ہیں۔ مجھے اس طرح پورے طور پر سیراب کر دیا ہے کہ اس کے بعد پیاس نہیں اور آپ کو فرما رہے ہیں جلدی کرو، جلدی کرو۔ تمہارے لئے جام ہے۔ یہانتک کہ آپ اسکو اس گھڑی نوش فرمائیں۔ جب سرکار شہادت نے حضرت علی اکبر کی زبان سے سرکار رسالتؐ کا یہ پیغام سنا عرض کیا لبّیکؑ اللھم لبّیکؑ "میں حاضر ہوں، اے معبود میں حاضر ہوں اے معبود! میں اپنی اس اولاد کو، ان بھائیوں کو ان بھتیجوں کو، اپنے باوروں کو، اپنے انصار کو تجھ پر فدا کر چکا ہوں۔ ان سب کو تیرے رستے میں میں پہلے بھیج چکا ہوں۔ اب یہ میری بہنیں، میری بیٹیاں، میری بیویاں سارے اہل سے مال و اسباب کے ساتھ تیری راہ میں چھوڑتا ہوں۔ اے معبود! میں خود بھی تیرے رستہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔

دُعا الٰہی! ہم آج تجھے قسم دیتے ہیں حضرت کی اس لبّیک پر حضرت کے اس تلبیہ پر حضرت کی ان قربانیوں پر کہ تو ہمارے گناہوں سے درگزر فرما۔ الٰہی! ہم تیرے بندے ہیں، ہم آقا کی بارگاہ سے بھاگے ہوئے بندے ہیں۔ الٰہی ہم فقیر ہیں، لیکن غیر مستحق فقیر ہیں۔ الٰہی! ہم مقروض ہیں، الٰہی! ہم مغلوب ہیں، الٰہی! ہم گنہگار ہیں، گنہگار ہیں، گنہگار ہیں۔ اس قبر مبارک کے صاحب کو ہمارا شفیع قرار دے۔ بحقک یا اللہ یا اللہ یا اللہ یا اللہ ہ

باسمہ تعالیٰ

المجلس السابع والثلثون فی موعظۃ محرم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحانک اللّٰھم یا الٰھی وبحمدک لا احصی ثناء علیک کما اثنیت علی نفسک یا من قرب فنائہ وبعد فدنی وھو بالمنظر الاعلی لا تستطیع الا بصار لرؤیتہ ولا تھتدی العقول لعرفان کنہ صفتہ خرق علمہ بواطن غیب السترات واطلع لعروض الخفیات وخلق ما خلق دون اعمال الترویات نحمدہ علی نعمہ العظام ونشکرہ علی الائہ الجسام ونصلی ونسلم علی نبیہ محمد نبی الرحمۃ وامام الائمۃ المنتخب من الکرام وسلالۃ المجد الاقدم ومغرس الفخار المعرق وفرع العلاء المثمر المورق وعلی اھل بیتہ مصابیح الظلم وعصم الامم ومنار الدین الواضحۃ ومثاقیل الفضل الراجحۃ علیھم الاف التحف والتحیۃ مادامت الارض المدحیۃ والسماء المبنیۃ۔

دعا اللّٰھم عظم بلائی وافرط بی سوء حالی وقصرت بی اعمالی وقعدت بی اغلالی وخدعتنی الدنیا بغرورھا ونفسی بجنایتھا۔

اے معبود! میری مصیبت بڑھ گئی ہے، میری بدحالی زیادہ ہو گئی ہے میرے اعمال کوتاہ ہیں، گناہوں کے طوق کے بوجھ نے مجھے زمین گیر کر دیا

ہے، دنیا نے اپنے مکاریوں سے اور میرے نفس نے اپنی خیانتوں سے مجھے دھوکا دیا ہے۔

میں عرض کرتا ہوں، خدایا میرا درد سنگین ہو گیا ہے، اے انسانو! کیا آرام و راحت سے بیٹھے ہو، مصیبت بہت سنگین ہے، ہمارے درد حد سے گزر گئے ہیں، بدکاریوں اور گناہوں نے ہمیں گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ گناہوں کے طوقہائے گراں نے ہمیں زمین گیر کر دیا ہے، آپ بے فکر آرام سے بیٹھے ہیں، آپ اسی طرح پر اور اسی حالت میں ہیں، ندد سنگین ہو گئے ہیں، مصیبتیں حد سے گزر گئی ہیں گناہوں کے طوقہائے گراں نے کہ جن کے بوجھ سے ہم پاؤں پر ٹھہر نہیں سکتے ہمیں زمین گیر کر دیا ہے، کیا آرام سے بیٹھے ہو۔ کیا ہم اس دنیا سے دوسری دنیا میں بغیر چارہ کار یونہی چل دیں گے۔ اُس دنیا میں کوئی چارہ کار ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ وہ عالم (آخرت) ایک جداگانہ عالم ہے۔ اس کے اطوار ہی اور ہیں، وہ دنیا چارہ کار کی دنیا نہیں ہے۔ (عالم جزا و سزا ہے) چونکہ اس عالم میں چارہ کار نہیں اس لئے اس عالم میں انسان بیچارہ ہے۔ جب آپ نے یہ جان لیا ہے کہ وہ دنیا ان مصیبتوں کے چارہ کرنے اور درست کرنے کی نہیں ہے۔ پھر آپ کیوں راحت و آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یعنی آپ چاہتے ہیں کہ یونہی بغیر جدوجہد اچھے ہو جائیں اور اس دنیا سے چل دیں یا نہیں۔ کیا آپ معاذ اللہ اس کے منتظر ہیں کہ کوئی اور پیغمبر آئے، کوئی اور دین لائے تو اس دین پر عمل کر کے راہِ راست پر آ جائیں، اگر اس طرح کے باطل خیالات آپ کے سر پر سوار نہیں ہیں، پھر آپ ایسی روش کیوں اختیار نہیں کرتے۔ جس سے آپ کی حالت بہتر ہو جائے۔ ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں کہ جس حالت میں ہم سب ہیں، اگر اسی حالت میں خدا کی طرف لوٹائے جائیں۔ آپ کا اس طرح مطمئن بیٹھنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے عقائد میں کچھ (جھول) ہے

اعتقاد کا معاملہ کچھ درست نہیں ہے۔ جو شخص توحید، نبوت اور امامت پر صحیح عقیدہ رکھتا ہو اس کا دین کامل ہوتا ہے۔ اسے اپنے معاملات میں زیادہ فکر کی ضرورت نہیں جو شخص اعتقاد کامل رکھتا ہے اس سے گناہ و معصیت کا ارتکاب نہیں ہوتا۔ اگر انسان سے گناہ و معصیت کا صدور ہو رہا ہے تو اسے جاننا چاہیئے کہ اس کے عقائد میں کچھ خرابی ہے۔ اسے اصلاح عقائد کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ آگاہ ہو جیئے کہ جو شخص آخرت کے معاملہ میں ڈر اور خوف، غور و فکر نہیں کرتا اور مطمئن ہے، وہ ہلاک ہو جائے گا۔ ایسا شخص سرکار رسالت محمد مصطفےٰ ص، سرکار ولایت علی مرتضیٰ ع، سرکار عصمت فاطمۃ الزہرا ع، سرکار امن حضرت امام حسن ع اور سرکار شہادت امام حسین ع اور تمام ائمہ علیہم السلام کی ضد اور نقیض (خلاف) ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ ان کی دوستی کا دعویٰ نہ کرے، کیونکہ یہ حالت ان سے دشمنی کی حالت ہے۔ دھوکا نہ کھایئے آپ زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ان کے دوست ہیں اور پھر گناہ بھی کرتے ہیں۔ سرکار سید الشہداء ع عرفہ کے روز مقام عرفات میں خوف خدا سے اس قدر گریہ و زاری فرماتے تھے کہ آپ کی چشم ہائے مبارک سے آنسو بارش کی طرح برستے تھے، آخر میں سرکار احدیت میں عرض کرتے تھے۔ میرے معبود! میں تجھ سے ایک حاجت رکھتا ہوں تو نے اگر میری اس حاجت کو پورا کر دیا، تو تمام چیزیں میرے لئے نفع بخش ہوں گی۔ ورنہ ان کا کوئی ثمر نہیں ہے۔ اور وہ حاجت یہ ہے کہ میری گردن کو آتش جہنم سے آزاد فرما دے۔

مظلوم کربلا پر رونا اور نجات کی نوعیت

اب آپ خود ہی غور فرمایئے کہ آپ جو سرکار سید الشہداء ع پر گریہ و بکا کرتے ہیں (اور پھر آپ کے دل میں خوف خدا نہیں) تو گویا آپ اپنے آپ کو سرکار سید الشہداء ع سے بالا و برتر سمجھتے ہیں، حالانکہ سرکار شہادت نے اس دنیا میں بہت سی عبادتیں بھی

کہیں اور پھر اللہ کی راہ میں شہید بھی ہوئے۔ آپ کیوں اس قدر مطمئن ہیں کہ آتش جہنم سے ذرا نہیں ڈرتے؟ اپنے ان حالات پر جب ہم خود غور کرتے ہیں، تو ہم پر مایوسی سی طاری ہو جاتی ہے۔ اے معبود اگر تو نے مجھے مایوسی سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں مایوس ہو جاتا۔ چونکہ تو نے ہمیں مایوس ہونے سے منع فرمادیا ہے۔ اس لئے ہم مایوس نہیں ہوتے۔ سرکارِ احدیت کے وسائل سے تمسک کر رہے ہیں۔ وسائل الہیہ میں سے قریب ترین وسائل وسائل حسینیہ ہیں، بشرطیکہ ہمارے دل میں ذرہ ایمان ہو اور ہم اس پہ اظہار غرور و تکبر نہ کریں۔ سرکار شہادتؑ صاحب وسائل عظیمہ ہیں۔ اس امر میں جو چیزیں آں حضرت سے متعلق ہیں۔ ان میں سے ایک رجاء عظیم ہے۔ سرکار شہادت سے ہماری بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ معنونہ دعا "اللھم عظم بلائی وافرط بی سوء حالی وقصرت بی اعمالی وقعدت بی اغلالی" بہت عظیم ہے مگر وسائل حسینیہ اعظم ہیں۔ ایک فقرہ "افرط بی سوء حالی" "میری بدحالی زیادہ ہو گئی ہے" اس کے مقابل میں بھی وسائل حسینیہ موجود ہیں۔ (یعنی سرکار سیدالشہداؑ کے ایسے وسائل بھی ہیں جن سے یہ بدحالی دور ہو سکتی ہے) وسائل حسینیہ میں سے بعض چیزیں ایسی ہیں جو ایسا اثر رکھتی ہیں کہ عقلاً حد سے بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ دعا کا دوسرا فقرہ "قعدت بی اغلالی" گناہوں کے طوق کے بوجھ نے مجھے زمین گیر کر دیا ہے" اس کے مقابل میں بھی وسائل حسینیہ ہیں اور ان میں ایسے وسائل ہیں۔ انسان کو روحانیت کے عرش پر پہنچا دیتے ہیں۔ خود میرے گناہ میرے پیش نظر ہیں۔ میں اس پہ اس لئے خوشحال ہوں کہ اگر آخرت میں مجھے عذاب بھی کریں تو (وسائل حسینیہ سے) دائمی عذاب سے تو چھٹکارا ہو جائے گا۔ وسائل حسینیہ میں ایسے وسائل بھی ہیں کہ انسان کا بغیر عذاب چھٹکارا ہو جائے، نہ محض چھٹکارا ہو، بلکہ آپ گناہگاروں کی شفاعت بھی کر سکیں، ملائکہ رحمت آخرت میں مومنین سے

نرمی اور ملائمت کریں گے۔ اور ان سے گفتگو کریں گے۔

ہماری تباہی کے لئے بہت سے سامان مہیا ہیں جن سے ہیں خائف ہوں اور اس پر بھی رضا مند ہوں کہ مجھے (آخرت میں) شیاطین کے قرب میں نہ رکھیں۔ ہاں وسائل حسینیہ میں ایسی چیزیں بھی ہیں کہ انسان کو ایسے مرتبہ پر پہنچا دیتی ہیں کہ اللہ تعالےٰ عرش اعلیٰ پر ایک کلام ایجاد فرمائے گا، انسان سے گفتگو فرمائے گا ہماری انتہائی آرزو یہ ہے کہ ایسا ہی ہو جائے کہ آخرت میں ہمیں قطران کا لباس نہ پہنائیں۔ حالانکہ وسائل حسینیہ ایسے ہیں کہ ان سے انسان کو حلہ ہائے بہشت سے ملبوس کیا جاتا ہے، ہماری انتہائے آرزو یہ ہے کہ کاش ایسا ہی ہو جائے کہ ہمیں حمیم جہنم نہ پلائیں، حالانکہ وسائل حسینیہ ایسے ہیں کہ جن سے انسان آب کوثر پلانے پر مامور ہو جاتا ہے، ہماری انتہائے تمنا ہے کہ ایسا ہی ہو جائے کہ ہمیں اہل جہنم کا طعام ضریع و زقوم نہ دیا جائے حالانکہ وسائل حسینیہ ایسے ہیں کہ جن سے انسان اسی دسترخوان پر جس پر سرکار سید الشہدا ہوں گے۔ نعمتہائے جنت سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ وسائل حسینیہ کی بعض خصوصیات و امتیازات ہیں، سرکار سید الشہداء ارواحنا لہ الفدا بہت زیادہ خصوصیات رکھتے جو ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں رکھتا، مثلاً سرکار رسالت محمد مصطفےٰ ارواح العالمین لہ الفدا تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ انکی فضیلت اولین و آخرین حضرت آدمؑ اور تمام مخلوقات پر مسلّم ہے کیونکہ ان کی معرفت اور اطاعت تمام مخلوقات سے بالاتر ہے اسی طرح سرکار رسالتؐ کے بعد سرکار ولایت علی مرتضیٰ ارواح المومنین لہ الفدا و سرکار عصمت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا و سرکار امن حضرت حسن مجتبیٰ ارواحنا لہ الفدا تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ مگر یہ سب بزرگوار سرکار شہادت امام حسین شہید کربلا ارواحنا لہ الفدا جتنے وسائل نہیں رکھتے، وسائل حسینیہ حد و شمار سے باہر ہیں، ان وسائل کے مختلف عنوان ہیں۔ سرکار شہادت کا بیٹھنا ایک عنوان ہے

لباس پہننا ایک عنوان ہے، برہنہ ہونا ایک عنوان ہے، نماز ایک عنوان ہے، روزہ ایک عنوان ہے اس روزہ کا افطار کرنا ایک عنوان ہے، آپ کا جہاد ایک عنوان ہے۔ آپکا پانی دینا ایک عنوان ہے۔ آپ کی تجہیز جنازہ ایک عنوان ہے۔ آپ کی تکفین ایک عنوان ہے۔ آپ کے تمام اعمال وافعال میں ہر عمل ایک عنوان رکھتا ہے۔ سرکار شہادت امام حسینؑ کے یہ عنوانات بے حد و بے شمار ہیں۔

سید الشہداءؑ کے پانچ حج

کل ہم نے سرکار شہادت کے حج کرنے کے عنوان کو بیان کیا ہے۔ یہ حج سید الشہداءؑ کی اپنی ذات سے مخصوص ہے آنحضرت خود سراپا حج ہیں۔ آپ کا خود حج ہونا ایک خاص عنوان رکھتا ہے۔ آئیے تاکہ ہم ان کا حج کریں، حج کرنے کے لئے ضروری ہے کہ حج کرنے والا مستطیع ہو۔ اب ہم نہیں جانتے کہ آیا ہم مستطیع ہو چکے ہیں۔ کہ سرکار سیدالشہداءؑ کا ہم حج کریں یا نہ۔ ہم نے بیان کیا ہے کہ سرکار سید الشہداء کے پانچ حج ہیں۔ ان میں سے ہر ایک، ایک میقات، خاص رکھتا ہے۔ مخصوص موذن رکھتا ہے مناسک مخصوصہ رکھتا ہے۔ ان دنوں میں ہمارا خیال ہے کہ سرکار شہادتؑ کے ان حجوں کو بیان کریں تاکہ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی ان حجوں کے ثواب میں شریک فرمائے آنحضرت کا پہلا حج حضور کا مدینۂ طیبہ سے باہر آنا ہے۔ اس حج کی تفصیل ان صحائف شریفۂ الٰہیہ میں موجود ہے کہ جن میں ائمہ کے حالات لکھے گئے ہیں۔ اور یہ بارہ صحیفے ہیں۔ ہر صحیفہ ایک امام سے متعلق ہے۔ چنانچہ صحیفہ سرکار سید الشہداءؑ میں لکھا تھا "اے حسینؑ آپ اپنی جان کو اللہ کے دین کے احیا (زندہ کرنے) کے لئے بیچ ڈالئے اور ایک مخصوص جماعت کے ساتھ کربلا چلے جائیے، اور شہید ہو جیے، جہاد کیجئے اور قتل ہو جیے"۔ اس حج کے پہلے موذن آپ کے جد بزرگوار سرکار رسالت محمد مصطفےٰؐ تھے۔ جیسا کہ ہم کل اشارہ کر چکے ہیں

خواب میں تشریف لائے اور فرمایا "حبیبی یاحسین کانی اراک عنقریب مرملاً بدماٸک من بوحًا بارض کربلا" میرے پیارے حسینؑ! گویا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تو اپنے خون سے آغشتہ زمین کربلا پہ ذبح کیا جائے گا اس کے بعد فرمایا۔ وانّ لک فی الجنان الدرجات لاتنالھا الاّ بالشہادۃ۔ تیرے لئے جنت میں درجات ہیں۔ جن پہ تو شہادت کے بغیر فائز نہیں ہوگا۔ اس ارشادِ رسالت پہ سرکارِ شہادت نے عالمِ معنی میں لبیک کہا اور احرام باندھ لیا۔ اور اپنے وطن مدینہ سے باہر تشریف لائے۔ کسی مقام پہ قرار اختیار کرنے کی بجائے احرام باندھ لیا۔ یعنی اس عمل سے ظاہر فرمایا۔ کہ اس کے بعد مجھ مسافر کے لئے روئے زمین پر کہیں ٹھکانا نہیں ہے۔ ام المومنین ام سلمہؑ نے آپ کی خدمت میں کچھ عرض کیا۔ حضرت نے ان کو جواب دیا۔ جس کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔

خدمتِ سید الشہداءؑ میں جن اور فرشتے

اس کے بعد فرشتے سرکارِ شہادتؑ کی خدمت میں مسلح اور آمادہ حاضر ہوئے۔ سلام کیا اور عرض کیا اے آپ اپنے نانا، والد اور بھائی کے بعد حجتِ خدا! ہم نے آپ کے جدِ بزرگوار کی لڑائیوں میں مدد ونصرت کی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی مدد کے لئے بھیجا ہے۔ ان کے جواب میں سرکارِ سیدالشہداءؑ ارواحنا لہ الفداء نے فرمایا۔ میری وعدہ گاہ ایک نشیبی مقام ہے۔ جہاں میں شہید ہوں گا اور وہ کربلا ہے (وہاں آپ آیئے) فرشتوں نے عرض کیا۔ اے حجتِ خدا! آپ ہمیں کسی چیز کا حکم دیجئے۔ تاکہ ہم اطاعت کریں۔ اگر خوف ہو کہ آپ کے دشمن آپ کو نقصان پہنچائیں تو ہم ہمراہ رہیں اور دشمن کو حضور سے دور رکھیں آپ نے فرمایا۔ میرے دشمن مجھ تک راہ نہیں پا سکتے۔ اور مجھے کوئی نقصان

نہیں پہنچا سکتے، جب تک کہ میں اپنی منزلِ مقصود کربلا میں نہ پہنچ جاؤں۔
اس کے بعد جنات کی فوجیں حاضر ہوئیں۔ یہ جن سب مسلمان تھے۔ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے ہمارے آقا! ہم آپ کے شیعہ اور انصار ہیں۔ آپ ہمیں حکم دیجئے، تاکہ ہم آپ کے دشمنوں کے مقابلے میں لڑیں اور آپ کے ہر دشمن کو قتل کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالےٰ تمہیں نیک جزا دے کیا آپ نے اللہ کی اس کتاب میں جو اس نے میرے جدِ بزرگوار رسول اللہؐ پر نازل فرمائی ہے نہیں پڑھا ہے؟

اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدہ

جہاں کہیں بھی تم ہو تمہیں موت پا لے گی۔ اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں بھی ہو نیز سرکارِ احدیت سبحانہٗ نے فرمایا ہے۔ لبرز الذین کتب علیھم القتال الی مضاجعھم۔ جن لوگوں پر اللہ تعالےٰ نے جہاد فرض کیا وہ اپنی خوابگاہوں کی طرف نکل پڑے۔ اس کے علاوہ جنوں کو یہ بھی فرمایا۔ اگر میں یہیں رہوں۔ تو پھر ان لوگوں کا جو اپنے اعمال کی بدولت ہلاک ہونے والے ہیں امتحان کسطرح ہو۔ اگر میں یہیں رہوں تو میں اپنی وعدہ گاہ کربلا کس طرح پہنچوں۔ جہاں مجھے سکونت اختیار کرنا ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جسے اللہ تعالےٰ نے میرے لئے خلقتِ ارض کے دن چنا ہے۔ جب سرکارِ شہادت مدینہ سے روانہ ہوئے تھے تو اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے۔

فخرج منھا خائفا یترقب قال رب نجنی من القوم الظالمین

پس وہ حالتِ خوف میں نکلے اور بارگاہِ رب العزت میں عرض کر رہے تھے پالنے والے! مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے (یہ وہ دعا ہے جو حضرت موسیٰؑ نے اسوقت کی تھی جب وہ مصر سے مدائن کی طرف فرعون کے خوف سے روانہ ہوئے تھے) مکہ معظمہ کے قیام میں حضور اکثر اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے

واھدنا الی سواء السبیل - اے معبود! ہمیں صحیح راستہ کی رہنمائی فرما (اس آیہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰؑ کی دعا کا تذکرہ کیا ہے)
مدینہ سے روانگی کے وقت سرکارِ شہادت اپنی ذاتِ گرامی صفات کو موسیٰ کلیم اللہؑ سے تشبیہ فرما رہے تھے - جنہوں نے مدائن سے روانہ ہوکر فرعون کے مظالم سے نجات پائی - اور دورانِ سفر میں سرکارِ شہادت اپنے نفسِ نفیس کو حضرت یحییٰ مظلوم سے تشبیہ فرما رہے تھے جن کے سرِ مطہر کو ایک زنِ زانیہ کے لئے جسم سے جدا کیا گیا - اور فرماتے تھے کہ میرا سر ایک زانی شراب خوار کے لئے جدا کیا جائے گا -

موسیٰؑ اور حسینؑ کے مصائب

الغرض حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے خوف سے ہجرت فرمائی - آخر مدائن کے کنوئیں پر پہنچے - ولما ورد ماء مدین وجد علیہ امۃ من الناس یسقون - جب وہ مدین کے کنوئیں پر پہنچے وہاں انسانوں کے ایک گروہ کو پایا جو پانی پلا رہے تھے - المختصر پورے خوف و خطر، مصائب اور پیاس کے بعد مدائن کے کنوئیں پر جا پہنچے - بھلا کہاں سرکار سید الشہداءؑ اور کہاں حضرت موسیٰ کلیم اللہ! کیونکہ حضرت کلیم اللہ مدین کے کنوئیں پر پہنچکر سیراب ہو گئے - لیکن سرکار سید الشہداءؑ نے عالم خوف و ہراس میں لب تشنہ دنیا سے رحلت فرمائی - پیاس بھی ایسی پیاس تھی، جس سے زبان زخمی ہو گئی تھی اور یہ دنیا حضور کی نظر میں دھواں سی معلوم ہو رہی تھی - جب حضرت کلیم اللہ نے ہجرت فرمائی تو ان کے پاس کوئی چیز نہیں تھی - بھوک کی نوبت یہانتک پہنچی تھی کہ آپ صحرائی جڑی بوٹیاں کھا رہے تھے - آپ کے شکم مبارک کی کھال نظر آ رہی تھی، بہت ہی لاغر ہو گئے تھے - کھال کے نیچے سے گوشت پھٹ گیا تھا - جناب امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے سرکارِ احدیت سے

ایک قرص روٹی کا سوال کیا۔ اور درگاہ رب العزت میں عرض کی پالنے والے مجھ فقیر پر اپنی خیر نازل فرما۔ حضرت امیر فرماتے ہیں کہ یہ کھانے کے لئے روٹی کا سوال تھا اور درگاہ رب العزت میں عرض کی پالنے والے مجھ فقیر پر اپنی خیر نازل فرما حضرت امیر فرماتے ہیں کہ یہ کھانے کے لئے روٹی کا سوال تھا۔ لیکن کہاں کلیم اللہ اور کہاں سید الشہداءؑ، حضرت کلیم اللہ بھوک کی تاب نہ لاسکے، بھیڑوں بکریوں کو پانی پلایا تاکہ غذا میسر ہو۔ سرکار سید الشہداءؑ نے اس شان سے بھوک کو برداشت رکھا۔ کہ بھوکے ہی شہید ہوئے آپ کی اہل بیت نے بھی بھوک اور پیاس کو برداشت کیا۔ ہر چند سرکار شہادت نے فرمایا لوگو! یہ سرکار رسالت محمد مصطفےٰ کی بیٹیاں ہیں۔ لیکن ان کے لئے بھی پانی کا قطرہ میسر نہ ہوا۔ ہاں سرکار شہادت مکہ معظمہ میں تشریف لائے اور اس جگہ ایک حج کے لئے محل ہوئے اور اس کے بعد اس حج کے اعمال بجا لائے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ آنحضرت کی اذان کو سنیں اور اس طرح سے آمادہ و تیار ہو جائیں کہ گویا آپ سرکار سید الشہداءؑ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ آٹھویں یا نویں ذی الحجہ تک حضور مکہ معظمہ میں تھے کہ دوسری اذان کی آواز بھی سرکار رسالت کی زبان سے بلند ہوئی۔ آنحضرت نے فرمایا۔ "حسین! عراق کی طرف نکل جاؤ۔ کیونکہ اللہ چاہتا ہے کہ تجھے اپنی راہ میں شہید دیکھے!" یہ حج اعمال ہدی سے ہے حضرت نے اس اذان پر لبیک کہا حکم دیا کہ اسباب باندھ لو۔

عبداللہ بن عمرؓ اور مشورۂ ترک سفر

المختصر محمد بن حنفیہ اور تینوں عبداللہ یعنی عبداللہ ابن عباس عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عمر حاضر خدمت سرکار سید الشہداءؑ ہوئے۔ اور آنحضرت کو روکنا چاہا اور عرض کیا کہ آپ یہ سفر اختیار نہ فرمائیں۔ سرکار شہادت نے عبداللہ

ابن عباس اور عبداللہ ابن زبیر سے فرمایا "رسول اللہ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔ مجھے اس حکم کی اطاعت کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے جب یہ سنا۔ ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ کہتے ہوئے چل پڑے، کیونکہ وہ حضور کے مطلب کو سمجھ گئے۔ پھر آنحضرت نے عبداللہ ابن عمر سے فرمایا۔

" دنیا اللہ کی نظروں میں بہت حقیر ہے یہی دنیا ہے جس میں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا سر ایک زناکار کے لئے ہدیہ کے طور پر لے گئے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ بنی اسرائیل طلوع صبح سے طلوع آفتاب تک ستر نبیوں کو شہید کر کے اپنی دکانوں پر اس طرح بیٹھتے تھے اور خرید و فروخت کرتے تھے کہ گویا انہوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب کرنے میں جلدی نہیں کی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں سے پورا پورا انتقام لیا۔ پھر فرمایا۔ اے ابا عبدالرحمٰن! (عبداللہ ابن عمر) عہدِ خدا کے پیشِ نظر میری مدد اور نصرت کرو۔ دیکھنا کہیں میری امداد کو ترک نہ کرنا۔

حضرت محمد بن حنفیہ نے عرض کیا۔ اب جبکہ حضور شہید ہونے کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں، پھر ان مخدراتِ عصمت و طہارت کو ساتھ لے جانے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میرے جد بزرگوار نے انکے حالات کو بھی مجھ سے بیان کیا ہے۔ کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کو اپنی راہ میں قیدی اور اسیر دیکھے۔ حالانکہ (امت کو) ان کی قید سے ہتک حرمت ملحوظ ہے۔ نیز یہ خاندان رسالتؐ کی خواتین محترمہ مجھ سے اس قدر وابستہ ہیں کہ جب تک زندہ رہوں یہ مجھ سے علیحدہ نہیں ہوں گی۔

سید الشہداءؑ کا سفر میں خواب

ہاں سرکارِ شہادتؑ نے سرکارِ رسالتؐ کی اس ندا پر بھی لبیک کہا۔ احرام باندھا اور

مناسکِ حج بجا لائے۔ حج کے مناسک میں سے ایک قربانی ہے۔ اس حج کی قربانی حضرت مسلم بن عقیلؑ تھے۔ کہ سرکارِ شہادتؑ کے مکہ سے روانہ ہونے کے دن ہی کوفہ میں شہید ہوئے۔ سرکارِ شہادتؑ مکہ سے روانہ ہوئے۔ رستہ میں جو شخص بھی آنحضرت کو ملتا تھا سفر کوفہ سے ڈراتا اور خوف دلاتا تھا۔ اور حضور ہاتفوں کی خوفناک اور پُر ہراس آوازیں سنتے تھے۔ یہاں تک کہ خود خواب سے بیدار ہو کر گریہ فرمایا۔ اور دو یا تین مرتبہ کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الحمد للہ رب العالمین (ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے لئے ہی تمام حمد ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے) اس پر آپ کے فرزند ارجمند علی ابن الحسین (علی اکبرؑ) علیہ السلام گھوڑے پر سوار سامنے آئے۔ عرض کیا کہ حمدِ خدا اور کلمہ استرجاع کے بیان کی کیا وجہ ہے۔ آں حضرت نے فرمایا۔ بیٹا میں سوار جا رہا تھا۔ نیند سی طاری ہوئی ایک سوار میرے سامنے آیا۔ اور اس نے کہا یہ لوگ جا رہے ہیں اور سفر کر رہے ہیں اور ان کی موت ان کی طرف استقبال کے لئے بڑھ رہی ہے۔ میں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ ہماری موت کی خبر ہے۔ حضرت علی اکبر نے عرض کیا۔ اللہ آپ کو ہر نقصان سے محفوظ رکھے۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا۔ ہاں بیٹا مجھے قسم ہے اس کی ذات کی جس کی طرف بندے آخرت میں پلٹ کر جانے والے ہیں۔ ہم یقیناً حق پر ہیں۔ حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا۔ بابا! جب ہم حق پر ہیں پھر ہمیں مرنے سے کیا خوف۔ موت ہم پر آ پڑے یا ہم موت پر جا پڑیں۔ سرکار شہادت نے ارشاد فرمایا۔ بیٹا! اللہ تجھے جزائے خیر دے جو بڑی سے بڑی جزا ایک باپ کی طرف سے ایک بیٹے کو ہو سکتی ہے۔

شبِ عاشور سید الشہداءؑ کا خواب

تیسرے حج کی آوازِ ورودِ کربلا کے بعد خیمہ گاہ سے بلند ہوئی۔ شبِ

عاشور سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰؐ، سرکارِ ولایت علی مرتضیٰؑ، سرکارِ عصمت فاطمۃ الزہراؑ
اور سرکارِ امن حسن مجتبےٰؑ، سرکارِ شہادت سید الشہداءؑ کے خواب میں آئے اور فرمایا
یا ابا عبداللہ حسینؑ آسمان کے رہنے والے تیرا انتظار کر رہے ہیں۔ سرکارِ رسالتؐ
نے فرمایا۔ بیٹا! یہ فرشتہ جو ہمارے ساتھ آیا ہے۔ ایک سبز شیشہ اپنے ہاتھ میں لئے
ہے۔ چاہتا ہے کہ تیرے مقدس خون کو اس شیشہ میں ڈال لے۔ سرکارِ شہادتؑ
نے یہ بھی فرمایا کہ پھر میں نے اپنے جد پاکؐ کو دیکھا۔ اپنے صحابہؓ کی ایک جماعت
کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں حسینؑ! تمہیں آسمانوں اور ملاء اعلےٰ
کے رہنے والے خوشخبری دے رہے ہیں۔ پس آج رات کو تو نے اپنا روزہ میرے
ساتھ افطار کرنا ہے۔ جلدی کرو اور تاخیر نہ کرو۔ یہ فرشتہ آسمان سے نازل ہوا
ہے۔ تاکہ تیرا خون اس سبز شیشہ میں لے، جونہی سرکارِ سید الشہداءؑ نے اپنے بزرگوں
کی اس آواز کو سنا "لبیک اللھم لبیک" کہا "حاضر ہوں اے معبود میں حاضر ہوں"
عصر نہم محرم کو جب لشکرِ یزید نے حملہ کر دیا۔ سرکارِ شہادت نے سرکارِ وفا
حضرت عباس کو لشکر کے پاس روانہ کیا۔ اور وقت روانگی ارشاد فرمایا، عباس
بھائی! انہیں اس پر رضامند کیجئے کہ یہ تاخیر کریں اور انہیں ایک رات کے لئے حملہ
سے روکئے۔ یعنی یہ ہمیں ایک رات کی مہلت دیدیں، تاکہ ہم عبادات معبود کو
وداع کر لیں، ہم دعا کر لیں، استغفار کر لیں، اللہ کی ذات جانتی ہے کہ میں نماز
تلاوت قرآن، کثرت دعا و استغفار کو سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔
ہاں! شب عاشور علیا ام المصائب زینب سلام اللہ علیہا نے جان لیا۔

شب عاشور جناب زینبؑ امام کی خدمت میں

کہ وہ کل کو بن بھائی کی بہن ہو جائے گی۔
قرائن سے سمجھ لیا کہ کل ان کی خوشیاں ختم ہو
جائیں گی۔ وہ بے ملجا و ماویٰ ہونگی۔ رات

کا وقت تھا۔ عجیب حالات میں سامنے آئیں، سر برہنہ تھیں بے قراری اور عجلت میں چادر زمین پر گر گئی تھی، خدمتِ امام میں حاضر ہو کر اس طرح عرض کیا:۔

واثکلاہ لیت الموت اعدمنی الحیوۃ الیوم ماتت امی فاطمۃ وابی علی، واخی الحسن یا خلیفۃ الماضین وثمال الباقین

ہائے ہائے کاش موت میری زندگی کا خاتمہ کر دے۔ آج میری ماں فاطمہ، میرے باپ علیؑ اور میرے بھائی حسنؑ کا انتقال ہو گیا۔ اے میرے بزرگوں کے جانشین، اے باقی ماندوں کے ملجا و ماویٰ۔

بھائی جان! سب بزرگ رخصت ہو گئے، کیا اب آپ بھی چاہتے ہیں کہ رخصت ہو جائیں۔

سرکارِ شہادتؑ نے بہن کی اس حالت پر نظر کی۔ حضور کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ بہن کیا کروں اب کوئی چارۂ کار اور راہِ گریز میرے لئے باقی نہیں رہی علیا جناب زینبؑ نے امام کے کلام کو سنا۔ عرض کیا۔ بھائی جان! جب آپ اپنے آپ کو اسیر و مجبور ظاہر کرتے ہیں تو یہ اظہار میرے قلب کو سوزاں کرتا ہے اور میری مصیبت کو زیادہ شدید بنا دیتا ہے۔ پھر علیا جناب منہ پیٹنے لگیں، ماتھے کے بل گریں اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گئیں۔ آنحضرت بہن کو ہوش میں لائے، نصیحت فرمائی اور صبر کا حکم دیا۔ جو صحیفہ الٰہیہ امام حسین علیہ السلام کے لئے خاص تھا۔ اس کا ایک جملہ اس طرح پر تھا۔ اخرج باقوام الی الشھادۃ لا شھادۃ لھم الا معک

"حسینؑ! ان گروہوں کو شہادت کے لئے لے کر نکلو جن کی شہادت صرف تیرے ساتھ ہی ہو گی"

اب غور کیجئے کہ کسی شخص نے اب تک ایسا حج بھی کیا ہے یا کہ نہیں سرکارِ شہادتؑ نے اللہ کے حقیقی گھر کا طواف کیا ہے۔ پھر ہدی اور قربانی کا آغاز

کیا آپ اپنے ساتھ ایک ایسی ہدی اور قربانی لائے تھے کہ اس وقت تک اور آخری زمانے تک کسی نے خدا کی بارگاہ میں ایسی ہدی اور قربانی پیش نہیں کی۔ وہ قربانی پیش نہیں کی۔ وہ قربانی مخصوص ہے۔ وہ بھیڑ، بکری اور اونٹ کی قربانی نہیں ہے۔ جو حاجی لوگ پیش کرتے ہیں۔ بلکہ وہ حضرت علی اکبرؑ شبیہہ پیغمبرؐ کی قربانی تھی۔ اس جوان عزیز کو قربان کیا۔

مناسک حج میں سے ایک سعی ہے۔ جب حاجی ہدی، قربانی اور طواف سے فارغ ہو جاتے ہیں تو سات دفعہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ یعنی صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتے ہیں۔ سرکار سید الشہداؑ نے بھی کربلا میں سعی فرمائی۔ سات دفعہ نہیں بلکہ ستر دفعہ سعی فرمائی۔ خیمہ گاہ کے صفا سے قتل گاہ کے مروہ تک سعی فرمائی۔ کبھی خیمہ گاہ سے قتلگاہ کی طرف گئے اور کبھی قتلگاہ سے خیمہ گاہ کی طرف آئے۔ جب بھی "یا ابا عبداللہ ادرکنی" "یا سیدی ادرکنی" "یا اخاہ ادرک اخاک" کی صدا بلند ہوئی حضرت تشریف لے گئے۔ یعنی جب کسی نے کہا یا ابا عبداللہ میری مدد کیجیے میرے آقا میری امداد کو پہنچیے، بھائی جان اپنے بھائی کی مدد کو آئیے، تو آپ نے سعی کی کبھی ہرولہ فرماتے تھے یعنی دوڑ کر جاتے تھے جس وقت حضرت قاسمؑ کی آواز کو سنا تو دوڑ کر پہنچے جب حضرت قاسمؑ نے پکار کر کہا چچا جان! تو حضور لشکر یزید پر اس طرح جھپٹے جس طرح عقاب شکار پر جھپٹتا ہے۔ پھر غضب ناک شیر کی طرح حملہ کیا۔ مگر حضرت علی اکبرؑ کی آواز پر نہایت آہستہ آہستہ جا رہے تھے۔ جب فرزند عزیز کی آواز کو آپ نے سنا جسم کی طاقت جواب دے چکی تھی۔

حضرت کی نماز ظہر

حج کے مناسک میں سے طواف کی دو رکعت نماز ہے حضرت نے اس حج کی دو رکعت نماز طواف بھی ادا کی ہے۔ مگر کس حالت میں جبکہ تیروں پر تیر بارش کی طرح برس رہے تھے۔ حضرت

زہیر بن قین اور سعید بن عبد اللہ حنفی سے فرمایا۔ میرے آگے کھڑے ہو جاؤ تا کہ میں نماز ادا کر دوں۔ اس وقت تک آنحضرت کے نصف اصحاب و انصار شہید ہو چکے تھے، نصف باقی رہ گئے تھے، اس نماز جماعت کو حضور نے نماز خوف کے طور پر پڑھا۔ اس نماز کے دوران میں صرف ایک تیر حضرت تک پہنچا۔ باقی کے تیر سعید بن عبد اللہ حنفی نے اپنی چھاتی پر لئے وہ آگے بڑھ کر تیر کو اپنے جسم پر لیتے تھے۔ تا کہ وہ تیر سرکار سید الشہداؑ تک پہنچنے نہ پائے۔ اس قدر تیر آپ کے جسم میں پیوست ہوئے کہ آپ زمین پر گر پڑے۔ اسوقت کہہ رہے تھے۔ اللھم العنھم لعن عاد و ثمود اللھم ابلغ نبیک السلام و ابلغہ مالقیت من الم الجراح فانی اردت بذالک نصرۃ نبیک صلواتک علیہ

اے اللہ! ان پر ایسی لعنت بھیج جیسی تو نے قوم عاد و ثمود پر بھیجی تھی۔ اور اپنے نبیؐ کو میرا سلام بھی پہنچا دے۔ اور انہیں اس مصیبت سے بھی آگاہ فرما دے جو زخموں کی تکلیف سے مجھے پہنچی ہے۔ کیونکہ میں نے اپنے اس فعل سے تیرے نبی صلوات اللہ علیہ کی نصرت کا ارادہ کیا ہے۔ سعید پر اللہ کی رحمت و رضوان ہو۔ پھر ان کا انتقال ہو گیا تیرہ تیر ان کے جسم پر موجود تھے۔ اور اس کے علاوہ تلواروں اور نیزوں کے زخم تھے اس کے بعد کہ آپ اس حج کے اعمال سے فارغ ہوئے اس کی تفصیل یہ ہے کہ عاشور محرم کو ہر قسم کی قربانیوں سے فارغ ہو چکے، بوڑھے اور جوانوں کی قربانیاں پیش کیں، اولاد اور بھائیوں کی قربانیاں، یگانہ روزگار اور عجیب و غریب اصحاب و انصار کی قربانیاں دے چکے تو پھر آخری حج کی آواز سنی، عاشور محرم بعد نماز ظہر آخری حج کے لئے آمادہ ہوئے۔ اس حج میں اس کلمہ مبارکہ کی تعمیل تھی جس میں ان سے کہا گیا تھا۔ قاتل حتیٰ تقتل (اس شان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، کہ خود قتل ہو جاؤ) اس اذان کے مؤذن شبیہہ پیغمبر حضرت علی اکبرؑ تھے جنہوں نے

سرکارِ رسالتؐ کی زبان کی بآوازِ بلند اس طرح ترجمانی فرمائی۔ "بابا! یہ میرے جد رسول اللہؐ ہیں اور انہوں نے مجھے ایسے بھرپور پیالہ سے سیراب کر دیا ہے کہ اس کے بعد پھر کبھی پیاس نہیں ہے۔ اور وہ آپ کو فرما رہے ہیں۔ جلدی کرو، جلدی کرو، اسی وقت آپ کے لئے بھی پانی کا پیالہ لئے ہوئے ہیں اور آپ سے فرما رہے ہیں جلدی کرو جلدی کرو" یعنی اس اذان کے معنیٰ ہیں "حیّ علی القتال حیّ علی القتال" جہاد کی طرف آؤ، جہاد کی طرف آؤ۔"

ہاں اس حج کی اذان حضرت علی اکبرؑ نے فرمائی ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ نمازِ صبح کی اذان بھی حضرت علی اکبرؑ نے کہی تھی۔

ہاں جب حضرت علی اکبرؑ نے اس حج آخری کی اذان کہی تو سرکار سید الشہداءؑ نے عالمِ معنی میں کہا ہوگا۔ "لبیک اللّٰھم لبیک" "حاضر ہوں میرے معبود، حاضر ہوں" اور عرض کیا میرے معبود! میں نے اپنے اصحاب اور اہلبیت کو تیرے رستہ میں وقف کر دیا ہے۔ ان میں سے میں نے اصحاب و انصار اولاد و بھائی بھتیجوں کو پہلے ہی تیری سرکار میں بھیج دیا ہے۔ اور ان بیوی بچوں کو تیرے حوالہ کرتا ہوں۔

روزِ عاشور تبدیلیٔ لباس

عام رسمی حج میں دو پیراہن پہننا مستحب ہے۔ مگر سید الشہداءؑ کے اس آخری حج کا پیراہنِ احرام نرالا ہے۔ فرمایا کوئی پھٹا پرانا کپڑا لاؤ۔ تاکہ میں احرام باندھ لوں، فرمایا، پرانا پیراہن ہو، مگر رسمی طور پر پرانا نہ ہو، بلکہ ایسا پرانا ہو کہ کوئی اس کی طرف رغبت ہی نہ کرے۔ یہ پیراہن جو پیش کیا گیا پرانا تھا۔ پھر بھی حضور نے اپنے دستِ مبارک سے پارہ پارہ کیا۔ اس پیراہن کے متعلق سرکار سید الشہداءؑ کے علیا جناب زینبؑ سے یہ الفاظ تھے۔

یا اختاہُ ائتینی بثوبٍ عتیقٍ لا یرغب فیہ احدٌ من

القوم اجعلہ تحت ثیابی لئیلا اجود منہ بعد قتلی۔

بہن! پرانا کپڑا لادو جس کی طرف اس قوم میں سے کوئی رغبت نہ کرے میں اسے اپنے کپڑوں کے نیچے پہن لوں گا۔ مبادا میرے قتل کے بعد اسے کوئی اتارے۔ ان الفاظ کو سن کر عورتوں کے رونے کی آواز اور چیخوں کی صدا بلند ہوئی۔ پھر آپ نے اس کپڑے کو پھاڑا مبادا کوئی اسے اتارے۔ مگر.....

..... الفاظ نہیں کہ بیان کرسکوں۔ آپ عارف ہیں خود سمجھ لیں۔ اس کپڑے کے ساتھ کیا سلوک ہوا..... حضرت کی نعش کس حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ اس کپڑے کے علاوہ انگلی سے کیا سلوک ہوا اور دونوں ہاتھوں سے کیا کیا گیا؟

یہ لباس پہننے کے بعد سرکارِ شہادتؑ نے اپنے اہل و عیال سے ایسی جدائی کے لئے الوداع کہا جس کے بعد پلٹ کر آنا نہیں تھا۔

سرکارِ شہادتؑ کے ان حجوں میں سے دو حج ایسے بہترین حج ہیں کہ کسی نے ایسے حج نہ اوّلین میں کئے ہیں اور نہ آخرین میں سے کوئی کرے گا۔ ان حجوں کی ایک تفصیل ہے، ان حجوں کے وقوت ہیں، تلبیہ ہیں، مناسک ہیں، قربانیاں ہیں۔ جن کا بیان اس مختصر بیان میں ممکن نہیں۔ بس اب یہی کافی ہے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ نسئلک یا اللہ یا اللہ، یا اللہ

باسمہ تعالیٰ

المجلس الثامن والثلاثون فی موعظۃ المحرم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحانک اللھم یا من تحیرت فی اشعۃ انوار جمالہ اوھام المتوھمین وتخاسرت عن ادراک کنہ کمالہ افکار المتفکرین واضمحلت فی جوامع نور لمعاتہ ارکان المشتاقین، وتزعزعت لجمال احدیتہ وکمال صمدیتہ قلوب العارفین نحمدک حمد الحامدین ونشکرک شکر الشاکرین ونؤمن بک ایمان المخلصین ونصلی ونسلم علی نبیک محمد سید الاولین والاخرین المبعوث رحمۃ للعالمین وعلی اھل بیتہ الاطائب المعظمین والسادۃ المطھرین علیھم افضل صلوۃ المصلین صلوۃ دائمۃ بدوام السموٰت والارضین۔ بابی الحسین المقتول بظھر الکوفۃ کانی بالوحوش مادۃ اعناقھا علی قبرہ تبکیہ الی الصباح۔

قبر سید الشہداء پر گریہ وبکا

حضرت امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں، میرا باپ حسینؑ پر فدا ہو کہ جو کوفہ کی پشت پر شہید کئے جائیں گے۔ جناب امیر علیہ السلام کے اس کلام سے اور ایسے ہی اور ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ کربلا بھی ظہر کوفہ ہے۔ کوفہ کی پشت ہے۔ پس یہ سرزمین بھی وادی السلام میں داخل ہے۔ پھر فرمایا۔ گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وحشی حیوانات اپنی گردنوں کو اس کی قبر پر رکھے ہوئے اول شب سے صبح تک گریہ وبکا کرتے ہیں اس سے پہلے میں بیان کر چکا ہوں کہ حضرت سید الشہداء ارواحنا لہ الفداء

کچھ خصوصیات رکھتے ہیں۔ اب میں کہتا ہوں کہ وہ خدا نہیں ہیں۔ مگر اپنی مثل نہیں رکھتے نہ پیغمبروں میں کوئی اور نہ انکے اوصیا میں سے کوئی حسین علیہ السلام کی مانند ہے۔ میں اس امر کے متعلق اجمالی طور پر اشارہ کرتا ہوں۔ جس وقت سے یہ امام مظلوم شہید ہوئے ہیں ان کی قبر مطہر پر رونے والے موجود رہے ہیں۔ نہ انبیاء میں سے کسی کو یہ خصوصیت حاصل ہے اور نہ ہی اوصیا میں کسی کو امیرالمومنین علیہ السلام کی اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک سرکارِ شہادت دفن نہیں ہوئے تھے، پرندے شب و روز ان پر گریہ کرتے تھے۔ اپنی گردنوں کو انکی قبر پر رکھے ہوئے صبح تک روتے تھے۔ انکے علاوہ فرشتوں کا گریہ و بکا ہے۔ فرشتوں کی مختلف جماعتیں آنحضرت پر نالہ و زاری کرتی تھیں۔ ان فرشتوں میں سے ایک وہ گروہ ہے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کی نصرت کیلئے اللہ سے اجازت حاصل کی اور وہ چار ہزار فرشتے تھے۔ ان کے سردار کا نام منصور تھا۔

گریہ بر حسینؑ عبادت ہے

جب یہ کربلا پہنچے امام علیہ السلام شہید ہو چکے تھے۔ انہوں نے سرکارِ احدیت میں عرض کیا کہ نصرتِ مظلوم میں سعادت نے ہماری مدد نہ کی انہیں حکم ہوا کہ قبرِ مطہر کے جوار میں رہو اور اس مظلوم پر قیامت تک برابر روتے رہو۔ ان تمام فرشتوں کی عبادت امام مظلوم پر گریہ و بکا ہے یہ ہمیشہ روتے ہیں، نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، نہ سوتے ہیں اور سید الشہداء پر گریہ کرنا ہی انکی عبادت ہے۔ چونکہ مختلف فرشتے مختلف عبادات رکھتے ہیں ان میں سے بعض ہمیشہ حالتِ قیام میں ہیں، بعض حالتِ رکوع میں بعض حالتِ سجود میں، بعض تسبیح میں مصروف ہیں بعض تہلیل میں بعض اور اقسام عبادت میں مشغول ہیں۔ فرشتوں کی ہر نوع خاص نوعیت کی عبادت رکھتی ہے۔ وہ بنی نوع انسان کی طرح نہیں ہیں کہ عبادات مختلفہ پر مکلف ہوں۔ فرشتوں کی یہ ایسی نوع ہے کہ انکی عبادت سرکار سید الشہداءؑ پر گریہ و بکا ہے اور یہ قیامت تک شب و روز اسی عبادت میں مصروف ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کے خصائص

میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ بصرہ، دمشق اور آلِ ابی سفیان کے سوا تمام موجودات عالم نے آنحضرت پر گریہ و بکا کیا ہے۔ آنحضرت کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اس معلوم کے سوا کسی پر قبلِ ولادت گریہ وزاری نہیں ہوئی۔ خصوصیات میں سے ایک ان کی قبر مطہر کی زیارت ہے، کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے کربلا کی زیارت نہ کی ہو۔ زیارت کی اور کہا۔ اے سرزمین کربلا تجھ میں روشن ترین چاند دفن ہوگا۔

ولادتِ حسینؑ بھی مجلس تھی

سید الشہداءؑ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ جو باتیں دوسروں کے لئے خوشی اور سرور کا سبب ہیں وہ ان کے لئے اسباب غم واندوہ ہیں۔ انکی ولادت کے وقت اللہ تعالےٰ نے جبرئیلؑ سے فرمایا۔ جاؤ اور میرے حبیبؐ سے ولادتِ حسینؑ کے سلسلہ میں ہدیۂ تہنیت بھی پیش کرو۔ اور تعزیت بھی کرو۔

جب سرکار سید الشہداءؑ کی ولادت ہوئی تو سرکارِ رسالتؐ نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا میرے بیٹے حسینؑ کو میرے پاس لاؤ اسماء نے عرض کیا۔ ٹھہریئے میں انہیں پاک کرلوں۔ ارشاد ہوا تو اسے کیا پاک کریگی اسے اللہ تعالیٰ نے پاک کیا ہے۔ لاؤ میرے بیٹے کو مجھے دو۔ اسما کہتی ہیں کہ میں نے پشمینہ کے ایک کپڑے میں لپیٹ کر سرکارِ رسالت کی خدمت میں پیش کیا۔ جونہی کہ حضرت کی نظر اس مولود مسعود پر پڑی فرمایا۔ یا اباعبداللہ تمہارے مصائب مجھ پر کس قدر شاق ہیں۔ سرکار سید الشہداءؑ کی خصوصیات میں سے کثرت عنوانات ہے ان عنوانات میں ایسی خبریں بھی ہیں، جنکے باعث اللہ تعالیٰ انہیں اس قدر گنہگار ہونے کے باوجود ہو سکتا ہے کہ ابھی بخشدے۔ اب ہم عنوانات کو بیان کرتے ہیں۔ اور حضرات چند عنوانات سے زیادہ نہیں رکھتے۔ ان کے عنوانات کی تعداد چار یا پانچ، چھ یا زیادہ سے زیادہ دس ہے۔ لیکن سرکار سید الشہداءؑ کے عنوانات کا شمار نہیں ہے۔ مثلاً سرکار سید الشہداء

کے سر کا بیان ایک عنوان ہے۔ سرکار شہادت ؑ کی جبینِ مبارک کے حالات ایک عنوان ہے۔ لب و دنداں کی کیفیات کا بیان ایک عنوان ہے۔ گلوئے مبارک کی کیفیات کا بیان ایک عنوان ہے۔ سینہ مقدس کی کیفیات کا بیان ایک عنوان ہے۔ دل مبارک کی کیفیات کا بیان ایک عنوان ہے۔ سرکار سید الشہداء ؑ کے گرنے کا بیان ایک عنوان ہے۔ سید الشہداء ؑ کے زخموں کا بیان ایک عنوان ہے یہ سید الشہداء ؑ کے عنوانات کی ایک قسم ہے۔ اور عنوانات بھی ہیں۔ مثلاً سید الشہداء ؑ کے عمامہ کا بیان ایک عنوان ہے۔ پیراہنِ سید الشہداء ؑ کا بیان ایک عنوان ہے لباسِ سید الشہداء ؑ کا بیان ایک عنوان ہے۔ انگشترِ سید الشہداء ؑ کا بیان ایک عنوان ہے۔ اور عنوانات بھی ہیں۔ ان عنوانات میں حضور کو یکتائی حاصل ہے۔ آپ عنوانات میں لاشریک و بے نظیر ہیں۔ سوائے سید الشہداء ؑ کے کوئی اور ایسے عنوانات نہیں رکھتا۔ اور یہ کثرتِ عنوانات سرکارِ سید الشہداء ؑ کی خصوصیت ہے۔ حضرت کے عنوانات کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ مثلاً خود حضرت کا نگاہ فرمانا ایک عنوان ہے۔ حضرت کا خود پیراہن طلب فرمانا ایک طرح کا عنوان ہے۔ روز عاشور آپ کا عمامہ طلب فرما کر سر پہ رکھنا ایک طرح کا عنوان ہے۔ آپ نے سرکار رسالت ؐ کا عمامہ جسے سحاب کہتے تھے اپنے سر پر رکھا۔ اب اس عمامہ کو جو سرکار رسالت ؐ کی میراث میں سے تھا، کیوں سر پر رکھا۔ اسکی بھی ایک وجہ ہے۔ اس لیئے اس خز کے عمامہ کو سر پر رکھا تاکہ حجت تمام ہو جائے اور لشکرِ مخالف کو معلوم ہو جائے کہ آپ حجتِ خدا ہیں۔ کیونکہ اگر آپ حجتِ خدا نہ ہوتے تو رسول اللہ ؐ کے عمامہ کا آپ کے پاس ہونا ممکن نہیں تھا۔ جب یہ عمامہ آپ کے سر مبارک پہ تھا تو اس عمامہ کے نیچے جو ٹوپی تھی دو ٹکڑے ہو گئی۔ نہیں معلوم کہ آپ نے اس عمامۂ خز کو دوبارہ اپنے سر مبارک پہ کس طرح لپیٹا۔ آپ کے نظر فرمانے کا بھی ایک عنوان ہے۔ خود آنحضرت چند مجالس رکھتے ہیں۔

دوسری محرم کو سید الشہداء کی تقریر

چنانچہ جس وقت آپ وارد کربلا ہوئے، دوسری یا تیسری محرم تھی۔ آپ نے دو کام کئے۔ پہلے اپنے اصحاب و انصار کو جمع کیا۔ باوجودیکہ حضور اپنے مقصد کو کئی بار بیان فرما چکے تھے اور توضیح فرما چکے تھے کہ آپ خود شہید ہونے کے لئے کربلا جا رہے ہیں۔ وہاں آپ کے اہل و عیال و اطفال قید ہوں گے۔ ایک دفعہ راستہ میں ہی فرمایا تھا۔ اے اصحاب و انصار! معاملہ دگرگوں ہو چکا۔ حالات کی رفتار یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ کہ ہمارے لئے فتح اور غلبہ کا امکان نہیں رہا۔ بلکہ ہمارا شہید ہونا ضروری اور حتمی ہے۔ آپ نے اپنے اصحاب و انصار کو نصیحت فرمائی تھی۔ حمد و ثنائے الٰہی اور اپنے جد امجد پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا تھا۔ "جو حالات پیدا ہو گئے ہیں، وہ تم بھی دیکھ رہے ہو۔ دنیا تبدیل ہو چکی ہے۔ اسکی بھلائیوں نے ہم سے منہ پھیر لیا ہے۔ اب اس سے اتنا بچ رہا ہے۔ جتنا برتن میں بچ رہنے والے چند قطرے اور ایسی ذلیل زندگی جیسے ناقابل ہضم چارا۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا۔ اور باطل کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ ان حالات میں موت کو سعادت سمجھتا ہوں اور ان ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو جنجال سمجھتا ہوں۔

جب سرکار شہادت نے ان کلمات کو بیان فرمایا تو بعض سعید روحوں نے ان سب پر سلام ہو۔ ان کلمات کے جواب میں کچھ عرض کیا۔ مثلاً زہیر ابن قین نے عرض کیا" فرزند رسول! ہم نے حضور کے کلمات کو سنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی ہدایات سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ دے، فرزند رسول! اگر دنیا ہمارے لئے ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہوتی اور ہم اس میں ہمیشہ رہتے تو بھی ہم آپ پر فدا ہونے کو ترجیح دیتے اور زندگی کی بجائے موت کو اختیار کرتے حالانکہ یہ دنیا فانی ہے"

شب عاشور انصار کی جوابی تقریریں

سرکار سید الشہداء نے ۲ یا ۳ محرم

کو بلکہ شبِ عاشور بھی اپنے اصحاب اور اہل بیت سے ایسے ہی خطابات فرمائے۔ چنانچہ فرمایا میں شہید ہو جاؤنگا۔ اس لئے آپ چلے جائیے۔ اصحابِ حسینؑ نے اسکے جواب میں اپنے معروضات پیش کیئے۔ چنانچہ اسی زہیر ابنِ قین نے عرض کیا:۔

"قسم بخدا اے فرزندِ رسول! مجھے تو پسند ہے کہ میں قتل کیا جاؤں اور میرے جسم کے اجزاء کو بکھیر دیا جائے۔ اگر ایسا ہزار دفعہ بھی ہو تو مجھے یہ محبوب ہے۔ تاکہ آپ کا اور ان نوجوانوں کا جو آپ کے اہل بیت میں سے آپ کے بھائی اور بیٹے ہیں۔ قتل ہونا اٹھ جائیے"

حضرت مسلم بن عوسجہ نے عرض کیا:۔

"ہم اس حالت میں آپکو چھوڑ جائیں اور آپ سے الگ ہو جائیں۔ جبکہ دشمنوں نے آپ کو محاصرہ میں لیا ہوا ہے۔ خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہم اسوقت تک آپ سے علیحدہ نہیں ہوں گے۔ جب تک کہ اللہ جان لے کہ ہم نے آپ کے بارے میں رسول اللہؐ کے حقوق کی حفاظت کی۔ حضور کا مقام اس سے کہیں بلند و برتر ہے کہ حضور سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ خدا کی قسم اگر مجھے یہ بھی علم ہو کہ میں قتل کیا جاؤنگا۔ پھر مجھے جلا دیا جائیگا اور پھر زندہ کیا جاؤنگا۔ اور میں یہ بھی جان لوں کہ ایسا ستر دفعہ کیا جائیگا۔ تو پھر بھی میں آپ سے علیحدہ ہونے کو تیار نہیں ہوں۔ یہاں تک کہ آپکی نصرت میں مجھے موت آ جائے۔ اب میں ایسا کیوں نہ کروں جبکہ مجھے ایکبار ہی قتل ہونا ہے۔ حالانکہ یہ میرے لئے ایسی ابدی سعادت ہے جسکی کوئی انتہا نہیں"

حضرت سعید بن عبداللہ الحنفی نے بھی ایسے ہی کلمات عرض کئے اور یہ سعید بن عبداللہ وہ روحِ سعید ہیں جنہوں نے نمازِ ظہر کی دو رکعت نمازِ خوف میں سرکار شہادت کی سپر بنکر تیروں کی بارش کو اپنے جسم پر لیا۔ اور شہید ہوئے۔

دوسرے اعوان و انصار نے بھی ایسے ہی معروضات پیش کئے۔ یہاں تک کہ

شبیہ پیغمبر حضرت علی اکبرؑ اور شبیہہ جناب امیر عباسؑ نے بھی ایسے ہی جذبات کا اظہار کیا۔ اس پر سرکار سید الشہداءؑ ارواحنا لہ الفداء نے فرمایا تھا۔

"میں اپنے اصحاب سے زیادہ وفادار اور نیک کردار کسی کے اصحاب کو نہیں پاتا ہوں اور نہ اپنے اہل بیت سے زیادہ صلہ رحم کرنے والے اور نیکی سے پیش آنیوالے کسی کے اہل بیت دیکھتا ہوں۔ خدا تمہیں میری طرف سے بہترین جزا دے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ لوگ کل سے زیادہ نہیں مہلت دیں گے۔ کہ ہم زندہ رہیں۔ تم سب چلے جاؤ۔ میری طرف سے تمہارے لیئے کوئی رکاوٹ نہیں ہے رات پر تاریکی کے پردے چھائے ہوئے ہیں اس رات رات میں نکل جاؤ۔"

ایک اور دلدوز اور جانسوز فقرہ بھی ارشاد فرمایا:۔

"ہر شخص میرے خاندان کے کسی شخص کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی ساتھ لے جائے۔ کیونکہ ان لوگوں کو میرے سوا اور کسی سے کام نہیں ہے"

اس کے جواب میں حضرت عباسؑ نے ابتدا فرمائی اور کہا:۔

"ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے کہ آپکے بعد دنیا میں باقی رہیں۔ خدا ایسا نہ کرے کہ ہم آپ کے بعد باقی رہیں۔" اس کے بعد حضرت علی اکبرؑ حضرت قاسمؑ اور دوسرے افراد اہل بیت نے حضرت عباسؑ کی طرح فداکارانہ جذبات کا اظہار کیا۔

پھر سرکار شہادتؑ نے حضرت عقیلؑ کی اولاد پر مخصوص نظر ڈالی اور فرمایا:۔

"تم میں سے مسلمؑ کا میری نصرت میں شہید ہونا کافی ہے۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں تم چلے جاؤ" انہوں نے جواب دیا:

"سبحان اللہ! آپ کو چھوڑ جائیں تو لوگ ہمارے بارے میں کیا کہیں گے کہ انہوں نے اپنے سردار اور آقا کو اور اپنے چچا کی اولاد کو جو انکا بہترین چچا تھا چھوڑ دیا۔ اور ان کے ساتھ تیروں اور نیزوں کا نشانہ نہ بنے اور تلواریں کھانے سے دریغ کیا

ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے یہ کیا کیا۔ خدا کی قسم! ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے بلکہ ہم اپنی جانوں
اور اپنے خاندان کو آپ پر فدا کریں گے۔ ہم جنگ کریں گے۔ تاکہ آپ کی طرح شہید ہو جائیں
اللہ تعالیٰ آپ کے بعد زندگی کو ہمارے لئے قبیح اور ناسازگار قرار دے۔ خدا کی قسم ہرگز
نہیں کہ ہم اپنے آقا اور سردار کو چھوڑ جائیں۔"

سرکار سید الشہداء ارواحنا لہ الفداء کے اصحاب و اہل بیت ایسے تھے۔ جنہوں نے اپنے فداکارانہ معروضات کو اس شانِ وفا سے پیش کیا۔ کچھ ایسے لوگ بھی سرکار سید الشہداءؑ کے ہمراہ ہو لئے تھے۔ جنکی غرض طمع دنیا اور مال کا لالچ تھا۔ جب انہیں معلوم ہوا اور انہوں نے جان لیا کہ سرکار سید الشہداء شہید ہو جائیں گے تو چل دیئے۔ پس جو لشکر تھا وہ جدا ہو گیا اور جو اہل اور اپنے تھے انہوں نے انکار کیا۔ ظاہر ہے کہ جو شخص امام کو اس حالت میں تنہا چھوڑ دے اور چلا جائے وہ اہلِ دنیا و اہلِ باطل سے ہے اور باطل پرستوں کی طرف مائل ہے۔ پس یہ جماعت ملعونہ بھی لشکرِ عمر سعد میں شامل سمجھنا چاہئے

جنابِ سکینہؑ اور شبِ عاشورہ

علیا مخدرہ جناب سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ میرے پدر بزرگوار نے فرمایا تھا۔ "ہم اہل بیت کے نزدیک فریب اور مکاری حرام ہے۔ پس جو شخص ہماری نصرت و یاوری پر آمادہ نہ ہو وہ اس اندھیری رات میں چلا جائے۔ اور جو جان دینے میں ہماری مدد کرے گا وہ جنت کے بلند درجوں میں ہمارے ساتھ ہوگا۔ تحقیق میرے جد بزرگوار نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؑ کربلا میں یکہ و تنہا پیاسا عالمِ سفر میں شہید ہوگا۔ اس عالم میں جس نے اسکی مدد کی گویا میری مدد کی اور اس کے بیٹے القائمؑ کی مدد کی جو شخص زبان سے بھی ہماری مدد کرے وہ قیامت کے دن ہماری جماعت میں ہی ہوگا۔"

علیا جناب سکینہ خاتون بیان فرماتی ہیں کہ ابھی میرے پدر بزرگوار کا یہ کلام

ختم نہیں ہوا تھا کہ لوگ دس دس بیس بیس کر کے چل دیئے۔ اور جو باقی رہ گئے ان کی تعداد ستر اور اسی کے درمیان تھی۔ میں نے اپنے پدر بزرگوار کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ وہ رنج اور بیقراری میں سر کو جھکائے ہوئے تھے۔ جب میں نے اس حالت کو دیکھا تو روتے روتے میری ہچکی بندھ گئی۔ پھر میں نے ضبط کیا اور ساکت ہو کر آسمان کی طرف دیکھا اور بارگاہ رب العزت میں عرض کیا۔

"اے معبود! انہوں نے ہمیں رسوا کیا، تو انہیں رسوا کر، ان کی دعاؤں کو قبول نہ فرما اور انہیں روئے زمین پر کہیں ٹھکانا نصیب نہ ہو۔ ان پر فقر و فاقہ کو مسلط فرما۔ اور انہیں میرے جد کی شفاعت سے محروم فرما۔"

اس کے بعد میں روتی ہوئی اپنے خیمہ میں آئی۔ میری پھوپھی ام کلثومؑ کی نظر مجھ پر پڑی پوچھا۔ بیٹی! روتی کیوں ہو؟ میں نے لشکریوں کی بے وفائی کو بیان کیا کہ وہ کس طرح میرے پدر بزرگوار کو سفر میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ انہوں نے بلند آواز سے رونا شروع کیا اور کہا "کاش کہ یہ دشمن اس بات پر رضامند ہو جاتے کہ میرے بھائی کے عوض ہم سب کو قتل کریں" گریہ و بکا کی آواز سن کر سب عورتیں جمع ہو گئیں اور رونا شروع کیا۔

دوسری، تیسری محرم

ان تو دوسری یا تیسری تاریخ کو ایک کام تو حضرت نے یہ کیا کہ اپنی اولاد اپنے بھائیوں اور اصحاب و انصار کو جمع کر کے چلے جانے کے لئے کہا۔ جو سعادتمند تھے ساتھ رہے اور جو بدبخت تھے چلے گئے دوسرا کام جو اسی تاریخ کو حضور نے کیا یہ تھا کہ خاندان رسالت کے تمام مردوں اور عورتوں کو ایک خیمہ میں جمع کیا۔ ان پر ایک نظر ڈالی اور پھر پوری ایک ساعت روتے رہے یہ واقعہ ایک تفصیل رکھتا ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں (مؤلف کی تالیف الارشاد والعزا اردو ترجمہ المواعظ والبکا میں یہ تفصیل موجود ہے جو معلوم کرنا چاہے تو اس کتاب کی طرف رجوع کرے)

ہم نے بیان کیا ہے کہ سرکار سید الشہداء کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت کثرت وسائل ہے (اس سلسلہ میں الارشاد والعزا کا مطالعہ کیجئے) آنحضرت کے وسائل شمار سے بلند و بالا ہیں۔ وہ تمام وسیلے جن سے امید بخشش و نجات ہو سکتی ہے سرکار سید الشہدا رکھتے ہیں۔ اور ان وسائل میں سے بلند ترین وسیلہ یہ ہے کہ انسان روز عاشور حضور کی نصرت میں حضور کے ساتھ شہید ہوا ہو۔ چونکہ سرکار سید الشہداؑ اور ان کے تمام اصحاب شہدائے کربلا دینِ خدا کی نصرت و یاوری میں شہید ہوئے ہیں۔ اگر آپ بھی دین اور اہلِ دین کی نصرت کے مقام کو حاصل کرلیں تو ان شہیدوں کی مانند ہو جائیں گے جو آنحضرت کی رکاب میں شہید ہوئے۔ اب اگر آپ معرفت امام میں کوشش کریں تو آپ بھی انکی مانند ہو جائیں گے۔ جو سرکار شہادتؑ کی رکاب میں شہید ہوئے ہیں الغرض حضرت کے وسائل بہت ہیں۔ اور یہ بھی آنحضرت کی خصوصیات میں سے ہے کہ انسان ان وسائل کو ایک مجلس میں جمع کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ شہادت کے مرتبہ کو بھی پا سکتا ہے۔ آنحضرت کے وسائل میں سے آنحضرت کی معرفت بھی ہے۔ آنحضرت کی زیارت بھی ہے۔ آنحضرت کی نصرت بھی ہے۔ آنحضرت پر رونا بھی ہے۔ الی خیر ذالک۔ یہ وسائل کثیرہ جو سرکار شہادت رکھتے ہیں یہ نہ سمجھئے کہ ہمارے لئے ہی ہیں۔ بلکہ تمام انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کے لئے بھی ہیں۔ مثلاً ان میں سے ہر ایک ان وسائل سے متوسل ہوا ہے۔ مثلاً آنحضرت کی معرفت انبیاء و اوصیاء کیلئے بھی ایک وسیلہ ہے۔ ان وسائل میں سے ایک وسیلہ زیارت کربلا ہے۔ یہ تمام انبیاء و اوصیاء کے لئے بھی ہے۔ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے کربلا کی زیارت نہ کی ہو اور اس سرزمین کو ان الفاظ سے خطاب نہ کیا ہو "تجھ میں ایک روشن ترین چاند دفن ہوگا۔"

سید الشہداءؑ پر معصوموں کا رونا

سید الشہداءؑ کے وسائل میں سے ایک وسیلہ سید الشہدا پر گریہ و بکا ہے

تمام انبیاء نے بھی سرکارِ شہادت پر گریہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سب سے زیادہ گریہ سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان کے بعد اس صاحبِ تبر مطہر حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کا گریہ اپنے فرزند مظلوم پر سب سے زیادہ تھا۔ صرف ایک واقعہ اس امر کا شاہد ہے کہ علی مرتضیٰؑ کا گریہ کس قدر شدید تھا۔ عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں خدمت جناب امیر علیہ السلام میں تھا۔ جب حضور صفین کی طرف تشریف لیجارہے تھے جب ہم نینوا پہنچے اور وہ فرات کا کنارا ہے، تو جناب امیرؑ نے بہ آوازِ بلند فرمایا۔ ابن عباس کیا تم اس زمین کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ یا امیرالمومنینؑ! میں نہیں جانتا۔ فرمایا اگر تو اسے اس طرح جانتا جس طرح میں جانتا ہوں، تو میری طرح روئے بغیر یہاں سے نہ گزرتا۔ پھر آپ بہت دیر تک روتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی ریش اقدس تر ہوگئی اور آنسو جاری ہو کر سینے پر بہنے لگے۔ اور حضور برابر فرما رہے تھے میں اور آلِ ابی سفیان سے کیا واسطہ؟ میں اور شیطان کے لشکر اور اولیائے کفر سے کیا تعلق؟ پھر آپ نے سید الشہداءؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یا اباعبداللہ صبر کیجیو۔ تیرے باپ کو بھی ان سے ایسا ہی دوچار ہونا پڑے گا جیسا تجھے، اس کلامِ اقدس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید الشہداؑ وہاں موجود تھے اور جناب امیرؑ اس طرح سے گریہ وزاری فرما رہے تھے۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ ان بزرگوں کی اس واقعہ کے متعلق کیا حالت تھی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے پانی طلب کیا اور وضو کیا، نماز پڑھی اور سو گئے، پھر بیدار ہوئے اور فرمایا۔ میری آنکھ لگ گئی تھی۔ میں نے اس وقت خواب دیکھا پھر آپ نے اپنا خواب بیان کرنا، شروع کیا۔ اور فرمایا میں نے دیکھا کہ یہ تمام سرزمین خون سے بھر گئی، خون ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اس میں میرا بچہ میرا شبل (بہادر بیٹا) میرے جگر کا ٹکڑا غرق ہو رہا ہے۔ برابر فریاد کرتا

اور کوئی اس کی فریاد کو نہیں پہنچتا۔ پھر آپ دیر تک اس واقعہ کے متعلق فرماتے رہے خود بھی رو رہے تھے اور ہم بھی انکے ساتھ رو رہے تھے۔ اس قدر روئے۔ کہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ ہم بھی برابر رو رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کا بیہوش ہو کر گرنا اسی سرزمین پر تھا۔ جہاں سرکار سید الشہداء کربلا میں گرے اور اس بیہوش ہونے کے متعلق چند احتمال میری نظر میں ہیں۔ غالباً آپ واقعۂ کربلا کے تمام مناظر نظر میں لائے اور بیہوش ہو گئے۔ المختصر سید الشہداء پر سب سے زیادہ رونے والوں میں جناب رسول اللہ کے بعد جناب امیرؑ ہیں۔

سید الشہداء کا پہلا زائر

سرکار سید الشہداء کا سب سے بڑا زائر اور آپکی شہادت کے بعد سب سے پہلا زائر کون ہے؟ جو اس مسافر کی زیارت کے لئے آیا وہ جابر ابن عبد اللہ انصاری ہیں۔ مگر یہ مشہور ہو گیا ہے حقیقت میں جس نے زیارت اور زیارت کی تمام شرائط ادا کیں جو زیارت کے معیار پر پوری اتریں، جو کرب و بےچینی کا خزینہ تھیں، گرد و غبار میں اٹی ہوئی تھیں جو فاقہ کش بھی تھیں اور پیاسی بھی تھیں، وہ پہلی زائرہ ام المصائب علیا جناب زینبؑ ہیں۔ ان کی طرح کسی نے سید الشہداء کی زیارت نہیں کی۔ قبر مطہر سید الشہداء کو بوسہ دینا آداب زیارت میں سے ہے۔ جب علیا جناب زینبؑ زیارت کے لئے آئیں قبر مطہر تو تھی ہی نہیں۔ کہ اسے بوسہ دیتیں۔ اسلئے قبر اقدس کو نہیں چوما۔ بلکہ جسد اطہر پر بوسہ دیا۔ مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ بوسہ کے لئے جسم اطہر پہ کوئی جگہ تھی بھی یا کہ نہیں، جسم اطہر پر کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جو زخموں سے خالی ہو۔ جسد مبارک کو چومنے کے بعد آپ نے اپنے جد امجد سرکار رسالتؐ سے خطاب کیا۔ اور سلام کر کے عرض کیا۔

ہائے نانا محمدؐ آپ پر تو آسمان کے مالک نے درود بھیجا اور یہ آپ کا حسینؑ خاک و خون سے آغشتہ جس کے اعضا جدا جدا ہو چکے ہیں پڑا ہوا ہے۔ پھر

جناب امیرؑ، جناب سیدہؑ اور جناب حسنؑ کو سلام کر کے ایسے ہی تعزیت عرض کیے مخدومہ کونین زینبؑ جناب سید الشہداءؑ کی پہلی زائرہ ہیں جو زیارت کی تمام شرطوں کو عمل میں لائیں۔ بھائی کے جسمِ مبارک کی زیارت کے لیے آئیں۔ پائین پا کی طرف سے زیارت کی بالائے سر آئیں۔ چاہا کہ بالائے سر کی زیارت کریں۔ سر اقدس نہیں تھا۔ بالائے سر کے عوض لگا دیئے۔ بریدہ کی زیارت کی جب کوفہ میں آئیں تو بالائے سر کی زیارت بھی کی۔ معلوم نہیں کہ دور کی زیارت کی یا نزدیک کی۔ معلوم نہیں، کہ سر مبارک کا بوسہ بھی نصیب ہوا کہ نہیں۔ اسقدر معلوم ہے کہ سر مبارک نزدیک ہی تھا سر اقدس پر نظر پڑی۔ اسی حالت میں اپنے سر مطہر کو بلند کیا اور محمل کی لکڑی سے دے مارا۔ خدا معلوم کیا کیا نظر آیا۔ کہ اس طرح بے چین ہو گئیں۔

آج مجھے اس بات کو بیان کرنا مدِ نظر تھا کہ انسان اگر چاہے تو ایک ہی مجلس میں تمام وسائل سید الشہداءؑ کو جمع کر سکتا ہے۔ بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسان امامؑ کے ساتھ شہید ہونے والوں میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ جابر ابن عبداللہ انصاری نے کربلا پہنچکر شہدائے کربلا سے خطاب کیا۔ اور اس طرح سے کہا۔ لقد شارکنا کم یعنی رکاب سید الشہداءؑ میں شریک ہونے کے لحاظ سے ہم بھی آپ کے شریک ہیں۔ اس نابینا صحابی کے عصا کش عطیہ نے کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم ان کے شریک ہو جائیں۔ حالانکہ نہ ہی ہم نے تلوار چلائی نہ ہی جہاد کیا اور نہ ہی ہم شہید ہوئے ان سعید روحوں نے سید الشہداءؑ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کیں۔ اپنے سر فدا کیے، مال لٹا دیئے اور نواسۂ رسول کی نصرت میں شہید ہوئے۔ جابر نے کہا میں نے اپنے آقا سرکار رسالتؐ کی زبان سے سنا ہے۔ من احب عمل قوم فھو منھم۔ جو شخص کسی قوم کے عمل کو پسند کرے وہ اسی قوم میں سے ہے۔ خدا کی قسم میری یہی نیت تھی اور میرے ساتھیوں کی بھی یہی نیت تھی۔ اگر روز عاشور

ہم ہوتے تو نواسۂ رسولؐ پر اپنے سر فدا کرتے اور اس مظلوم کی راہ میں اپنی جانیں نثار کرتے اس سے معلوم ہوا کہ انسان شہدائے کربلا کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے۔ جب آپ نے یہ جان لیا تو اس سے بالاتر بھی ایک مقام ہے کہ انسان بعض شہید ہونے والوں میں شریک ہو بلکہ وہ خود مستقل طور پر شہید ہونے والا ہو جائے۔ یہ امر سرکار سید الشہداؑ کے وسائل خاصہ میں سے ہے۔ مگر میرا ارادہ یہ ہے کہ میں اس خصوصیت کو اس وقت بیان کروں جبکہ میں پہلی محرم سے عشرۂ محرم تک بلکہ تیرہ محرم تک کربلا میں رہوں اور وہاں موعظہ بھی بیان کروں اور سرکار سیّد الشہداؑ کے مصائب بھی بیان کروں۔ میں اسے اس وقت تک بیان نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ مشرف بکربلا نہ ہوں۔ میں نے سالہا سال سے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ میں ان حضرات کے سامنے بیان کروں جو یوم عاشور مشرف بزیارت کربلا ہوتے ہیں کہ وہ مجھے ثواب زیارت میں شریک کریں اور میں بھی ان کو اس مجلس کے ثواب میں اپنا شریک قرار دوں۔ انشاء اللہ۔

نسئلک۔ اللھم یا اللہ یا اللہ یا اللہ

باسمہ تعٰ

ومن موعظتہ فی بعض الجمعات

من الصفر ظاہر اً ثانی سنہ ۱۳۰۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ سبحانک اللھم یا الٰہی وبحمدک لا احصی ثناء علیک کما اثنیت علی نفسک یا من بکلمتہ قامت السمٰوٰۃ السبع واستوت الارض المہاد وثبتت الجبال الرواسی وقامت علی حدودھا البحار یا من اقرت لک بالعبودیۃ العالمون وذلل لک المتعززون وتواضع لک المتکبرون نحمدک اللھم والحمد من نعمائک ونشکرک والشکر من الائک ونصلی ونسلم علی سید انبیائک محمد افضل اصفیائک واشرف انبیاءک الحبیب المہذب والصفی المقرب والنبی المنتجب والرسول المنتخب وعلی اہلبیتہ ائمۃ الاعلام ومصابیح الظلام ومبینی الحلال والحرام والدعاۃ الی دار السلام السادۃ الاتقیاء الموضحین الشریعۃ الغراء علیہم من اللہ الاف التحیۃ والثنا مادامت الارض والسماء

خطبہ غرائے جناب امیر عباد اللہ این الذین عمروا فنعموا وعلموا ففہموا وانظروا فلھوا وسلموا فنسوا امھلوا طویلاً ومنحوا جمیلاً واحذروا

الذُّنُوبَ المُوَرِّطَةَ وَالعُيُوبَ المُسْخِطَةَ۔ اُولِی الاَبْصَارِ وَالاَسْمَاعِ وَالعَافِیَةِ وَالمَتَاعِ هَلْ مِنْ مَنَاصٍ اَوْ خَلَاصٍ اَوْ مَعَاذٍ اَوْ مَلَاذٍ اَوْ فِرَارٍ اَوْ مَحَارٍ اَمْ لَا فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ) اَمْ اَیْنَ تُصْرَفُوْنَ اَمْ بِمَاذَا تَغْتَرُّوْنَ وَاِنَّمَا حَظُّ اَحَدِکُمْ مِنَ الْاَرْضِ ذَاتِ الطُّوْلِ وَالْعَرْضِ قِیْدُ قَدِّهٖ مُتَعَفِّرًا عَلٰی خَدِّهٖ اَلْاٰنَ عِبَادَ اللّٰهِ وَالْخِنَاقُ مُهْمَلٌ وَالرُّوْحُ مُرْسَلٌ فِیْ فَیْنَةِ الْاِرْشَادِ وَرَاحَةِ الْاَجْسَادِ وَبَاحَةِ الْاِحْتِشَادِ وَمَهَلِ الْبَقِیَّةِ وَاُنُفِ الْمَشِیَّةِ وَاِنْظَارِ التَّوْبَةِ وَانْفِسَاحِ الْحَوْبَةِ قَبْلَ الضَّنْکِ وَالْمَضِیْقِ وَالرَّوْعِ وَالزُّهُوْقِ قَبْلَ قُدُوْمِ الْغَائِبِ الْمُنْتَظَرِ وَاِخْذَةِ الْعَزِیْزِ الْمُقْتَدِرِ

اُردو ترجمہ بندگانِ خدا! وہ لوگ آج کہاں ہیں جنہیں طولانی عمریں دی گئیں اور انہوں نے عیش میں زندگی بسر کی، جنہیں احکامِ الٰہی کی تعلیم دی گئی اور انہیں وہ خوب سمجھے (مگران پر عمل پیرا نہ ہوئے) جنہیں مہلت دی گئی مگر انہوں نے غفلت برتی۔ انہیں صحت وسلامتی عنایت کی گئی۔ مگر وہ اسے بھول گئے انہیں عرصۂ دراز تک ڈھیل دی گئیں۔ عمدہ نعمتیں عطا کی گئیں، دردناک عذاب سے ڈرایا گیا۔ انسے اجرِ عظیم کے وعدے کیئے گئے۔ ان سے کہا گیا کہ ہلاک کرنے والے گناہوں اور خدا کو ناراض کر دینے والے عیبوں سے ڈرو اور پرہیز کرو۔ اے آنکھ کان والو! اے صحت وسلامتی والو! اے مال ومتاع والے انسانو! کوئی بچنے کی جگہ ہے؟ کوئی رہائی پانے کی جگہ ہے؟ کوئی پناہ لینے کی جگہ ہے؟ کوئی بھاگ کر جانے کی جگہ ہے؟ کوئی پلٹ کر جانے کی جگہ ہے بھی یا نہیں؟ اور (وہ یقیناً نہیں ہے) پھر تم کدھر بھکے جاتے ہو یا کدھر پھرے جاتے ہو یا کس دھوکے میں پڑے ہوئے ہو۔ دیکھو اس لمبی چوڑی زمین میں تم میں سے ہر شخص کا حصہ اس کے

قامت کے بقدر ہے (قبر ہے) جہاں وہ اپنے رخسارے کے بل خاک آلود پڑا ہوگا۔
بندگانِ خدا اسوقت جبکہ گلا گھونٹنے والی رسی کھلی ہوئی ہے اور روح (موت کے پنجے سے) آزاد ہے، حق کی جستجو کے لئے گھڑی ملی ہوئی ہے۔ جسموں کی راحت حاصل ہے۔ اکٹھا ہونے کے موقعے ملے ہوئے ہیں، بقیہ زندگی کی مہلت موجود ہے۔ اس توبہ کی مہلت اور حاجت کی کشادگی کے زمانہ میں قبر کی تنگی اور پریشانی سے اور آخرت کے خوف واضمحلال سے قبل غائب موت کے آنے اور خدائے غالب کی گرفت سے پہلے پہلے عمل کر لو۔

خطبۂ غرا کا اثر

کیا آپ نے اس موعظہ کو پہچان لیا؟ یہ مواعظ کے بانی امیر المومنین ؑ کا ایک موعظہ ہے۔ اس موعظہ کو موعظۂ غرا کہتے ہیں۔ یعنی روشن وعظ و نصیحت، حضور کے مواعظ حسنہ میں سے ہر موعظہ ہی روشن ہے۔ آپ کے کلمات مبارکہ کلام خالق کے بعد کلام مخلوق سے بالا و برتر ہیں۔ روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب حضور نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا تو لوگوں کے جسم کانپنے لگے۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے اور دل کانپ اٹھے۔

ایک سوال

مجھے معلوم نہیں کہ آپ پر اس کا اثر ہوا ہے یا کہ نہیں؟ اگر آپ متاثر ہوئے ہیں تو پھر سمجھ لیجئے کہ انشاء اللہ وہ غائب منتظر یعنی عزرائیل کے آنے سے پہلے اس اثر نے آپ کے امور کو درست کر دیا ہے، ورنہ آپ ہلاک ہو جائیں گے۔ میں نے آپ کو آگاہ کر دیا ہے۔ یہ موعظہ اس لئے ہے تاکہ سننے والا متوجہ ہو جائے۔ اور جان لے کہ وہ کس حالت میں ہے۔ اور سمجھ لے کہ اس کا انجام کار کس طرح پر ہے۔ کیا اسکی عاقبت بخیر ہے یا عاقبت بخیر نہیں؟ جو شخص سمجھتا ہے کہ اسکا انجام نیک ہے اسے وعظ ونصیحت کی ضرورت نہیں۔ بس اس شخص کو غرور نے ہلاک کر دیا ہے۔ لیکن جو شخص نہیں جانتا کہ اسکا انجام بخیر ہے یا نہیں

اور وہ انجام پر غور وفکر کرتا ہے اور وعظ ونصیحت کو سنتا ہے اس کیلئے میں آج چاہتا ہوں کہ بُرے انجام کو بیان کردوں۔ انسان کا انجام کس طرح بُرا ہو جاتا ہے۔ میں انہیں وجوہات کو بیان کرنا چاہتا ہوں، آپ ان پر غور کریں کہ بُرے انجام سے بچنے کی کیا صورتیں ہیں؟ اور اس طرح اصلاح حال کر سکیں۔ آپ کیلئے بچنے کی جگہ ہے، رہائی پانے کی جگہ ہے اور جائے پناہ ہے۔ آپ انجام کار کو درست کر لیجئے۔ وعظ و نصیحت کے بانی فرماتے ہیں "ایاک وان یاخذک الموت بغتۃً" ایسا نہ ہو کہ موت اچانک آ جائے۔

بُرے انجام کی صورتیں

انسان کے بُرے انجام کی پہلی صورت یہ ہے کہ وہ دنیا سے ایمان کو کھو کر رخصت ہو۔ یہ انسانی حالتوں میں سب سے بُری حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ جو شخص دنیا سے بے ایمان جائے گا اسے جہنم میں لے جائیں گے۔ قسم یہ ہے کہ جہنم کو تمام انسانوں اور جنات کافروں سے پُر کیا جائے گا۔ اس قدر آپ جان لیجئے کہ جو شخص دنیا سے بے ایمان جائے گا اگر اس نے ہزار ہا ہزار سال عمل کیا ہے اس عمل کا کوئی فائدہ نہیں اگر انسان میں ایمان نہ ہو اور وہ ایسا عمل کرے جس سے بڑا عمل کوئی نہ ہو تو اس کیلئے اس عمل کا بھی کوئی اثر نہیں ہے۔ مثلاً کوئی عمل سرکارِ رسالتؐ کی رکاب میں مارے جانے سے بلند نہیں ہے۔ اگر انسان بغیر ایمان کے شہید بھی ہو جائے۔ اس کے لئے کوئی فائدہ نہیں۔

بُرے انجام کی مثال

چنانچہ روایت میں ہے کہ ایک شخص سرکارِ رسالتؐ کے ہمراہ تھا۔ لوگوں نے عرض کیا یہ شخص بہت اچھا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ نہیں اچھا آدمی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ شخص میدان جنگ میں چلا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضور وہ میدانِ جنگ میں چلا گیا ہے۔ جہاد

کر رہا ہے۔ حضرت نے پھر فرمایا اچھا آدمی نہیں ہے۔ یہانتک کہ وہ لڑتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ لوگوں نے پھر عرض کیا۔ حضور اب تو وہ زمین پر گر پڑا ہے۔ پھر آنحضرت نے فرمایا اچھا آدمی نہیں ہے۔ ایک شخص اس کے آخری وقت اس کے سرہانے پہنچا اور کہا تو کیا خوش نصیب ہے۔ میں تجھے بہشت کی خوشخبری دیتا ہوں۔ اس نے کہا میں نے یہ کام بہشت کے لئے نہیں کیا۔ بلکہ اس لئے کیا ہے کہ لوگ مجھے غیور کہیں۔ اس کا یہ سارا عمل غیرت کے لئے تھا۔ الغرض ایمان کے بغیر کوئی عمل فائدہ نہیں دیتا۔

اللہ تعالےٰ نے سرکار سید الشہداؑ کی زیارت اور گریہ و بکا میں یہ خاصیت قرار دی ہے کہ وہ سوائے ایسے گناہ کے جو انسان کو ایمان سے خارج کر دے۔ باقی سب گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ ایسے شخص کے لئے جو خارج از ایمان ہو جائے یہ عمل بھی فائدہ بخش نہیں ہے۔ ہاں بے ایمانی اس قابل نہیں چھوڑتی، کہ انسان کو کسی عمل کا فائدہ پہنچ سکے۔ اب میں بے ایمانی کی علامتوں کو بیان کرتا ہوں۔ کہ اگر خدا نخواستہ آپ میں خود وہ علامتیں موجود ہوں تو ابھی وقت ہے کہ آپ انکا علاج کر سکیں، تدارک کر سکیں۔ وہ چند چیزیں ہیں جو بے ایمانی کی نشانیاں ہیں۔

بے ایمانی کی علامتیں

بے ایمانی کی علامتوں میں سے ایک علامت نفاق ہے۔ اللہ تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ منافقین پست ترین درجۂ جہنم میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی علامتیں اس طرح بیان کر دی ہیں۔ کہ منافق وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ نماز پڑھنے میں سستی کرتے ہیں اور ریا کرتے ہیں اور خدا کو بہت کم یاد کرتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے اِنَّ المنافقین الذین یخدعون النّاس واذا قاموکسالےٰ یراؤن

النَّاسَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ تحقیق منافق وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کرتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے ریاکاری کرتے ہیں اور خدا کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت تھوڑا۔ جن لوگوں میں یہ باتیں ہوں وہ منافق ہیں۔ یہ نفاق کی نشانیاں ہیں جو بے ایمانی کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔ اس لئے اگر انسان میں ایمان موجود بھی ہو تو نفاق کی وجہ سے رخصت ہو جاتا ہے۔

معاصی فعلیہ دائمیہ

بے ایمانی کی ایک علامت گناہوں کا زیادہ کرنا ہے ایسے گناہ جو دائمیہ ہوں۔ فعلیہ دائمیہ وہ گناہ ہیں جو کسی شخص کے تمام حالات میں ہی گناہ لکھے جاتے ہوں اگر وہ سویا ہوا ہو یا عبادت کر رہا ہو۔ مثلاً نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے نامۂ اعمال میں نماز کا ثواب بھی لکھا جاتا ہے اور گناہ بھی لکھے جاتے ہیں۔ اور ایسے گناہ بہت ہیں۔ ان میں سے ایک گناہ حج کرنے میں دیر اور تاخیر کرنا ہے۔ جب حج کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اور حج کے لئے نہ جائے، جب تک وہ حج کے فریضے سے سبکدوش نہ ہو اس کے نامۂ اعمال میں گناہ لکھے جائیں گے۔ فعلیہ دائمیہ ایسے گناہ ہیں کہ جو ہمیشہ نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں۔ مثلاً نامحرم پر نظر کرنا۔

الغرض اگر کوئی شخص گناہان دائمیہ فعلیہ زیادہ کرے یہ بھی بے ایمانی کی علامت ہے۔ فی الجملہ اگر ایمان رکھتا بھی ہو تو اس سے زائل ہو جائے گا خصوصیت سے اگر وہ توبہ نہ کرے اور خوف خدا بھی نہ رکھتا ہو۔

یخرجونھم من النور الی الظلمات (انہیں روشنی سے نکال کر تاریکی میں لیجاتے ہیں) چند آیات ہیں جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں۔ ثُمَّ کَانَ عَاقِبَۃَ الَّذِیْنَ اَسَاءُوا السُّوْٓءٰٓی اَنْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَکَانُوْا بِھَا

یستھزؤن۔

پھر ایسے لوگوں کا انجام جنھوں نے گناہ کیے اور وہ آیات الٰہیہ کو جھٹلاتے تھے اور ان پر ہنسی اڑاتے تھے۔

یہی وہ آیہ ہے جسے علیا جناب زینب نے مجلسِ یزید ملعون میں یزید ملعون کیلئے پڑھا کہ تو زیادتی گناہ کے اس مقام پہ پہنچ چکا ہے کہ آیاتِ الٰہیہ کی تکذیب کرتا ہے بلکہ ان پر ہنسی اڑاتا ہے۔ الغرض گناہوں کا زیادہ کرنا ایمان کے ہاتھ سے نکل جانے کا سبب ہے۔ ایمان اللہ پر، رسول پر، آئمہ پر قرآن پر اور عقیدہ معاد یعنی قیامت پر یقین اور ایسے ہی دوسرے اوضاع دین پہ اعتقاد رکھنا ہے۔

ایمان مستقر و مستودع

اور یہ ایمان دو قسم کا ہے۔ ایمانِ مستقر اور ایمان مستودع ایمان مستقر وہ ایمان ہے جو قائم رہتا ہے اور ہاتھ سے نہیں نکلتا، ایمان مستودع چونکہ عاریتہً ہوتا ہے۔ اس لئے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ ایمانِ مستودع وہ ہے جو زندگی میں چلا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ زندگی کے آخری لمحہ پر رخصت ہو جائے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ آخری وقت ایمان کو لے جاتے ہیں۔

استخفافِ نماز

روایت میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص بے اعتنائی اور بے توجہی سے نماز پڑھتا تھا اور نماز کو سبک سمجھتا تھا۔ سرکار رسالت نے اس سے فرمایا تو نماز میں کوے کی طرح اپنی چونچ زمین پر مارتا ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ابی القاسمؐ کی جان ہے کہ جو شخص نماز کو خفیف اور معمولی سمجھتا ہوا مر جائے موت کے وقت اس کا ایمان رخصت ہو جاتا ہے (والذی نفس ابی القاسم بیدہ من مات مستخفا بالصلوٰۃ یذھب الایمان عنہ موتہ)

تارک حج باوجود استطاعت

بعض اور بھی ایسے انسان ہیں جن کا

ایمان مرنے کے وقت ان سے لے لیا جاتا ہے۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو روپیہ رکھتے ہیں اور مکہ معظمہ نہیں جاتے۔ یعنی مستطیع ہیں اور باوجود استطاعت حج بیت اللہ نہیں کرتے، ایسے شخصوں سے ان کے مرنے کے وقت کہدیا جاتا ہے۔ کہ اگر تو چاہے تو خواہ یہودی مرجا یا نصرانی مرجا یعنی چونکہ تو نے حج کو ترک کیا ہے خواہ یہودی ہو کر مر یا عیسائی ہو کر مر یعنی دینِ اسلام سے باہر ہو جا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی مطلب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ من کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔ جو شخص کفر یعنی ناشکرگذاری اختیار کرے پس اللہ عالمین سے بے نیاز ہے۔

ترکِ زکوٰۃ

بعض اور چیزیں ایسی ہیں اگر کوئی شخص انہیں ترک کرے، مرنے کے وقت ایمان اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔ مثلاً ترک زکوٰۃ۔ اگر کوئی زکوٰۃ نہ دے وہ بھی مرنے کے وقت بے ایمان مرتا ہے۔ لیکن ان سب سے بدتر اور پہلا درجہ رکھنے والا امر زیادہ گناہ کرنا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے کوئی چارہ کار نہیں۔ باقی تمام امور کا مجمل طور پہ تدارک ہے۔

عین موت کے وقت توبہ

تیسری چیز جو کسی شخص کے ایمان کے رخصت ہو جانے اور برے انجام کی وجہ ہے وہ موت کے سامنے نظر آنے کے وقت توبہ کرنا ہے۔ کیونکہ موت کے معاینہ اور آثار آخرت کے دیکھنے اور عزرائیل اور دوسرے فرشتگان موت کی ملاقات کے بعد پھر کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ ایسے وقت کی توبہ، توبہ نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتیٰ اذا حضر احدھم الموت۔ ایسے لوگوں کی توبہ نہیں جو اعمال بد کرتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی موت سامنے آجانے کے بعد توبہ کرے۔ یہ آیہ ایسے مسلمانوں کے واسطے ہے جو آخری وقت تک گناہ و معصیت میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور جب موت کو اپنے سامنے دیکھتے ہیں تو

کہتے ہیں اب ہم نے توبہ کی، ایسی توبہ ان کے لئے کوئی فائدہ نہیں رکھتی - ان کے حالات کے لئے ثمر بخش اور نتیجہ خیز نہیں ہے - وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَھُمْ کُفَّارٌ - ان لوگوں کے لئے توبہ نہیں جو بحالت کفر مرتے ہیں - اللہ تعالیٰ نے اسلئے ایسا فرمایا ہے تاکہ یہ خیال پیدا نہ ہو جائے کہ تمام آیات خوف صرف کافروں کیلئے ہیں ہاں آپ متوجہ رہیئے اور موت نظر آنے سے پہلے توبہ کیجئے اور غور کیجئے کہ آپ کے گناہ کس قسم کے ہیں اور انکا علاج کیجئے - تمام گناہ علاج رکھتے ہیں - یہانتک کہ کفر کا بھی علاج ہو سکتا ہے -

عاقِ والدین

ہاں کچھ اور ایسے گناہ ہیں جن سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے یہانتک کہ آخری وقت زبان پر کلمۂ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جاری نہیں ہوتا - روایت میں وارد ہوا ہے کہ سرکار رسالت محمد مصطفےٰؐ بہ نفسِ نفیس ایک ایسے نوجوان کے سرہانے تشریف لے گئے جو محتضر تھا - حالتِ نزع میں مبتلا تھا - ہر چند حضور نے اس سے فرمایا کہ کلمۂ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھو، وہ نہ پڑھ سکا - حضور نے فرمایا کہ اس نوجوان نے کونسا گناہ کیا جو کلمۂ طیبہ اس کی زبان پر جاری نہیں ہوتا - لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا کوئی برا کام ہمیں معلوم نہیں ہے - حضور نے دریافت فرمایا کیا اس کی ماں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا - ہاں اس کی ماں ہے اور اس نے اسے عاق کیا ہے یعنی اسے اپنا نافرمان قرار دیا ہے :- اے وہ لوگو جو ماں کی بے ادبی کرتے ہو دیکھو - غور کرو کہ سرکار رسالتؐ ایک نزع میں مبتلا ماں کے نافرمان نوجوان کو کلمۂ طیبہ بنفسِ نفیس فرماتے ہیں اور کلمہ طیبہ اس کی زبان پر جاری نہیں ہوتا - ڈرو اور اپنی ماں کی بے ادبی نہ کرو - پھر حضورؐ نے حکم دیا کہ اس نوجوان کی ماں کو لاؤ، لوگ اسکی ماں کو لے آئے - آپ نے فرمایا - اب اپنے بیٹے سے راضی ہو جاؤ - اس نے عرض کیا - میں اس سے کس طرح راضی ہو جاؤں - حالانکہ اس نے

پتھر مار کر میری آنکھ کو اندھا کر دیا ہے۔ پھر آنحضرت نے فرمایا کہ تو اس بات پر راضی ہے کہ میں لوگوں کو آگ لانے کا حکم دوں اور تیرے بیٹے کو اس آگ میں جلا ڈالوں عرض کیا۔ میں اس بات پر راضی نہیں ہوں۔ فرمایا جب تو اس بات پر راضی نہیں ہے تو پھر اپنے اس بیٹے سے راضی ہو جاؤ۔ وہ بیٹے سے راضی ہو گئی۔ اسی وقت اس نوجوان کی زبان کھل گئی اور اس نے فصیح زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہا اور چل بسا

خواہش نفس کو خدا بنانا چوتھے وہ چیز جو ایمان کے کھو بیٹھنے کی علامت ہے اپنے دل کی خواہش کو اپنا خدا قرار دینا ہے۔ اتخذ الٰہہ هواہ (وہ شخص جس نے اپنی خواہش کو خدا قرار دیا ہے) کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اکثر انسان ایسے ہیں کہ جس چیز کو ان کا دل چاہے اسے ہی اپنا خدا قرار دیتے ہیں

تصاویر سرکارِ احدیت نے اپنے رسولؐ کو دینِ حق دیکر بھیجا۔ اب لوگ دین باطل پر چل رہے ہیں۔ میں نے کئی دفعہ بیان کیا ہے اور اب پھر بیان کرتا ہوں۔ ایک دفعہ جبرئیلؑ امین خدمتِ سرکارِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ مگر جس مکان میں حضرت تشریف فرما تھے اس میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ آنحضرت نے انسے ارشاد فرمایا کہ آپ داخل کیوں نہیں ہوتے۔ عرض کیا اس گھر میں تصویریں ہیں اس لئے میں داخل نہیں ہوتا۔ اب امت سرکارِ رسالتؐ نے اپنی خواہشِ نفس سے تصویریں درست کی ہیں اور انہیں اپنی تقعیات قرار دے لیا ہے۔ اسے اچھی طرح سوچئے اور غور کیجئے کہ میں کیا کہتا ہوں۔ جب وقت سرکارِ رسالتؐ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ فرمایا یا علیؑ کعبہ میں داخل ہو جئیے اور بتوں اور تصویروں کا صفایا کر دیجئے۔ تاکہ میں اللہ کے حرم محترم میں داخل ہو جاؤں۔ ان تصویروں کا ہونا اس قدر مذموم ہے۔ ایک ملعون نے کتاب ضیاء العیون لکھ کر شائع کی ہے جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوئی ہے۔ اور اس امرِ باطل کو دین قرار دیا ہے۔ بعض

لوگوں نے ایک نئی بات پیدا کی ہے۔ سجدہ گاہوں پر تصویریں بنائی ہیں تاکہ لوگ تصویروں پر سجدہ کریں۔

صادقِ آلِ محمدؐ کی سجدہ گاہ سرکارِ صدق امام جعفر صادقؑ خاک کی ایک پوٹلی بندھی ہوئی اپنے ساتھ رکھتے تھے اسے کھول کر بچھاتے اور اس پر سجدہ کرتے تھے۔ تو نے کبھی اس طرح خاک پر سجدہ کیا ہے۔

تکبّر و غرور ہاں اور بہت سی چیزیں ہیں جو بے ایمانی کی علامت اور بُرے انجام کا سبب ہیں۔ ان میں سے ایک غرور ہے یہ ریا اور سمعہ (ظاہر داری) کے علاوہ ہے بلکہ وہ عُجُب ہے اور وہ انسان کا اپنے بارے میں مطمئن ہونا ہے۔ یہ ریا اور سمعہ سے بدتر ہے یہ عجُب اور غرور انسان کو ہلاک اور ضائع کر دیتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو بندگانِ خدا نمازِ شب پڑھتے ہیں۔ ہم ایک یا دو راتوں کے لئے نیند ان پر مسلط کر دیتے ہیں۔ جو انہیں ناگوار اور شاق گزرتا ہے۔ اس ناگوار اور شاق گزرنے کا ثواب میری نماز کے ثواب سے زیادہ ہے۔

عجز و انکسار ایک دفعہ ایک عابد کی قربانی قبول نہ ہوئی۔ وہ دل میں اپنے آپ کو کہنے لگا بدبخت! تیری قربانی قبول کیوں نہ ہوئی۔ اس زمانہ کے رسول کو اللہ کا حکم ہوا کہ ہمارے بندے کو فرماؤ کہ تیرا اپنے آپ کو بدبخت کہنا تیری چالیس سالہ عبادت سے بہتر ہے۔ الغرض عجز و انکسار اور فروتنی آدمی کو عزیز بناتی ہے۔ تکبّر اور غرور اسے ضائع اور ذلیل کر دیتا ہے۔

خوفِ خُدا کیا تو نے سرکارِ صبر سیّد الساجدین علیؑ ابن الحسینؑ کے حالات کو غور و فکر سے مطالعہ کیا ہے۔ دیکھیے بارگاہِ احدیت میں آنحضرت کی کیسی کیسی دعائیں ہیں۔ کیا کیا مناجاتیں ہیں۔ کیا تمام عبادات کے آپ جامع

تھے یا کہ نہیں؟ کیا سرکار سید الشہداء پر گریہ فرماتے تھے یا نہیں؟ یہ سب کچھ تھا
پھر اللہ کا خوف دل پر طاری تھا۔ ان تمام تفاصیل کے باوجود اپنے خاص اس عالم میں
جس سے وہ سرکار احدیت سے رابطہ رکھتے ہیں نیک انسانوں کی نیکیوں کو اپنی
برائیاں سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ کہ
نیکوں کی نیکیاں خدا سے قرب رکھنے والوں کی برائیاں ہیں۔ باوجودیکہ سرکار صبر ظاہری
اور باطنی گناہوں سے پاک تھے، منزہ و معصوم تھے کبھی گناہ نہیں کرتے تھے۔
دیکھیے اپنے اور خدا کے معاملہ میں کیسی کیسی مناجاتیں رکھتے ہیں۔ سرکار سید الساجدین
بارگاہ احدیت میں عرض کر رہے ہیں۔

دعائے سید الساجدین

الٰھی لو بکیت الیک حتی تسقط اشفار عینی وانتحبت الیک حتی ینقطع صوتی وقمت
الیک حتی تتنشر قدماي و رکعت لک حتی ینخلع صلبي وسجدت
لک حتی تتفقاء حدقتاي واکلت تراب الارض طول عمری وشربت
ماء الرماد اخر دھری وذکرتک خلال ذالک حتی یکل لسانی ثم
لم ارفع طرفی الی آفاق السماء استحیاء منک ما استوجبت بذالک
محو سیئة واحدة من سیئاتی

اردو ترجمہ

میرے معبود! اگر میں اس قدر گریہ و زاری کروں کہ میری آنکھ کی پلکیں گر جائیں
اسقدر درد ناک نعرے بلند کروں کہ میری آواز ختم ہو جائے۔ اس قدر تیری
بارگاہ میں کھڑا رہوں کہ میرے قدم ورم کر جائیں، تیری سرکار میں اس قدر رکوع کروں، کہ
میری آنکھ کے حدقے پھٹ جائیں۔ میں زندگی بھر زمین کی مٹی کھاؤں اور راکھ ملا ہوا
پانی پیوں اور اس پر تیرا ذکر اس قدر کروں کہ میری زبان ذکر کرنے سے عاجز آ جائے
پھر بھی میں حیا سے اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند نہیں کرونگا۔ میں تیرے گناہوں میں سے

ایک گناہ کے بخشے جانے کا مستحق نہیں ہوں اور نہ ہوں گا (اللہ کا غفور و رحیم ہی ذریعہ مغفرت ذنوب ہے)

سرکار صبیر کا خوف خدا اور ہم؟

دیکھیئے معصوم امام سید الساجدین اللہ تعالیٰ سے کس طرح ڈرتے ہیں۔ ہم میں سرکار سید الساجدین کے حالات پیدا نہیں ہوئے۔ خوف خدا سے آپ پر غش طاری ہو جاتی تھی

خوف خدا اور جناب امیرؑ

سرکار ولایت امیرالمومنینؑ بھی خوف خدا سے بیہوش ہو کر خشک لکڑی کی طرح زمین پر گر پڑتے تھے۔ اب بیوقوف لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ غش کرنا تعلیم کے لئے تھا۔ بدبخت انسانو! تم یہ کہتے ہو۔ کہ جناب امیرالمومنینؑ اور ائمہ کا گریہ و بکا تعلیم کے طور پر تھا۔ کیا غش کر جانا بھی تعلیم کے طور پر تھا۔ امیرالمومنین علیہ السلام اللہ سے ڈرتے تھے۔

خوف خدا و سرکار رسالتؐ

جو امیرالمومنینؑ سے بالاتر ہیں، یعنی سرکار رسالتؐ وہ بھی اللہ سے ڈرتے تھے۔ سرکار رسالتؐ اس قدر گریہ فرماتے تھے کہ انہیں غش ہو جاتا تھا۔ اس پہ حدیث کی نص موجود ہے۔ کان یبکی حتی الغشی علیہ۔ حضور روتے تھے۔ یہاں تک کہ غشی طاری ہو جاتی تھی۔ آج کل اسی پیغمبر کی امت کے افراد خوف خدا نہیں رکھتے، سرکار رسالت باوجودیکہ معصوم تھے۔ ان سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل انی اخاف ان عصیت ربی اے رسولؐ! ان سے کہدے میں اس سے ڈرتا ہوں کہ اللہ کا گناہ کروں۔

آنحضرتؐ باں عظمت و جلال باں مرتبہ رسالت و خاتمیت فرما رہے ہیں کہ اگر میں معصیت کروں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ تو نے تو یقیناً گناہ کیے ہیں اس لئے اب تو کہدے "میں اللہ سے ڈرتا ہوں" میں بھی چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ کہوں "میں اللہ سے ڈرتا ہوں" اگر اس پہ ایک آنسو جاری ہو جائے بلکہ اس سے کوئی

ایسا کام ہو جائے جو ہماری بخشش کا سامان ہو جائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مجلس جب گرم ہو جائے تو ہمارا دل گھبراتا ہے، میں ایسے لوگوں کو کہتا ہوں کہ تمام عمر تم نے خدا کے لئے کیا کیا ہے۔ اب ہی اس دل کو کچھ دیر گھبرانے دے اس دل گھبرانے سے نہ ڈرو اور کہدے میں اپنے پالنے والے سے ڈرتا ہوں۔ کہدے میں یوم عظیم سے ڈرتا ہوں، اور جان لے اور ہوشیار ہو جا کہ یوم عظیم سے مراد قبض روح کا دن ہے۔ کہدے کہ میں جان کندن کی تلخی سے ڈرتا ہوں۔ کہدے میں حضرت ملک الموت پر نظر کرنے سے ڈرتا ہوں، میں اس کے ملاحظہ سے ڈرتا ہوں، کہدے کہ میں ڈرتا ہوں کہ اپنے پروردگار کا گناہ کروں۔ سرکار رسالت فرماتے ہیں کہ میں ڈرتا ہوں کہ اپنے رب کا گناہ کروں۔ پھر میرے اور تیرے جیسے بدبخت کیا کہیں۔ ہم کہیں میں ڈرتا ہوں کہ اپنے پروردگار کا گناہ کروں۔ ابھی ہم نے اِنّی اَخَافُ "میں ڈرتا ہوں" کے معنی کہ اسے کس کس مقام پر کہنا چاہیئے۔ بیان نہیں ہوا اگر خدا نے چاہا تو بیان ہو گا۔

حالات سیّد السّاجدین

اب میں چاہتا ہوں کہ اس مجلس کا تتمہ اس معصوم امام سرکار سیّد السّاجدین کے حالات پر ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت بہت ہی اپنے دل میں لئے ہوئے تھے۔ باوجودیکہ آپ امام ہیں پھر اللہ سے خائف ہیں۔ لیکن ہم اور آپ ان تمام گناہوں کے باوجود جن سے ہماری پشت خم ہو چکی ہے۔ اللہ سے خوف نہیں کرتے۔ ہمارے دل میں خوف بالکل نہیں ہے۔ کوفہ میں آپکی ایک عجیب حالت تھی اور شام میں آپ کی حالت اس سے بھی سخت تر تھی بلکہ سخت ترین تھی۔ جو مصیبتیں آنحضرت پر شام میں پڑیں کسی دوسری جگہ نہیں پڑیں میں حضرت کے مصائب پر ایک مختصر سا تبصرہ کرتا ہوں۔

مصائب بعد شہادتِ عظمیٰ

آنحضرت کی خیمہ میں یہ حالت تھی کہ مرض میں مبتلا زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ سرکار سیّد الشہدا کی

شہادت کے بعد یزیدی افواج خیام میں داخل ہوئیں۔ جس فرش پر آپ لیٹے ہوئے تھے۔ ان اشقیا نے فرش خواب کو آپ کے نیچے سے کھینچ لیا۔ شمر ملعون نے ارادہ کیا کہ حضرت کو شہید کردے۔ جو لوگ اس ملعون کے ہمراہ تھے، انہوں نے کہا اس علیل و مریض کو نہ مارو، راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا سبحان اللہ! یہ لوگ جنہوں نے بچوں کے شہید کرنے میں بھی کسر اٹھا نہیں رکھی، اس نوجوان مریض سے اس لئے درگزر کر رہے ہیں کہ اسکے مارنے کے لئے اسکی یہ بیماری ہی کافی ہے۔ یہ مرض ہی اسے ختم کردے گی۔ اسی حالت میں عمر سعد ملعون وہاں آپہنچا۔ اس نازک وقت میں اللہ تعالےٰ نے حرم سید الشہدا کی عورتوں کو الہام کیا۔ انہوں نے زور زور سے رونا شروع کیا اور گریہ و بکا میں اسقدر آوازیں بلند کیں تا کہ یہ ملاعنہ بیمار کے قتل کا ارتکاب نہ کریں اس پر عمر سعد ملعون نے کہا لا تعرضوا لهذا الغلام اس لڑکے سے تعرض نہ کرو

لیکن قتل گاہ میں جب کہ اس بیماری کی حالت میں خاردار طوق پہنائے ہوئے سید سجاد کو لائے اسوقت کی کیفیت سرکار صبر خود اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

سرکار صبر مقتل میں ہمیں اونٹوں پر سوار کردیا گیا اور کوفہ بھیجا ناچاہا۔ جب میری نظر مقتل پر پڑی میں نے دیکھا کہ تمام شہدا لئے راہ خدا اسی طرح بے غسل وکفن و بے دفن پڑے ہوئے ہیں۔ مجھے یہ اس قدر گراں گزرا کہ قریب تھا کہ میری روح بدن سے پرواز کرجائے۔

صدیقہ زینبؑ کا تسلی دینا میری اس حالت کو دیکھ کر میری پھوپھی زینب کبریٰ نے کہا:۔

مالی اراک تجود بنفسک یا بقیۃ جدی و ابی و اخوتی۔ اے یادگار جد و پدر و برادر! میں تجھے کیا دیکھ رہی ہوں کہ تو اپنی زندگی ختم کرنے پر آمادہ ہے میں نے کہا میں جزع کیوں نہ کروں اور کیوں نہ روؤں۔ حالانکہ میں اپنے آقا اور سردار اپنے

بھائیوں، اپنے چچا اور اپنے چچا کے بیٹوں اور اپنے باپ کے انصار کو خاک و خون میں غلطاں بے گور و بے کفن دیکھ رہا ہوں۔

علیا جناب زینب کبریٰ نے امام کو تسلی دی، اور بشارت دی کہ ان کٹے ہوئے اعضاء کو خاص اہلِ حق جمع کریں گے۔ اور لوگ ان قبورِ شریفہ پر آخری زمانے تک جمع ہوتے رہیں گے۔ اور تیرے والد بزرگوار سید الشہدا کی قبر پر نشان نصب کریں گے۔ اس قبر کے آثار پرانے نہیں ہونگے اور اس کے نشانات محسوس ہوں گے۔ دن اور رات برابر گزرتے رہیں گے۔ مگر یہ آثار قائم رہیں گے۔ پھر آپ نے حضرت ام ایمن کی روایت کی ہوئی حدیث شریف کو بیان کیا۔

جلالت شان صدیقہ زینبؑ

اس سے آپ علیا جناب زینب کبریٰ کی جلالت شان اور عظمت قدر کا اندازہ کیجیئے کہ انہوں نے ان حالات میں امام علیہ السلام کو تسلی دی۔ ان مصائب کو ہم نے اجمالاً بیان کیا ہے۔

مصائبِ شام

ہمارے علیل و مریض امام پر جو واقعات شام شوم میں گزرے ہیں وہ ان حالات سے شدید ترین ہیں وہ ایسے نہیں، ابھی تک میں ٹھیک طور پر ان کی کنہ کو نہیں پہنچا۔ پس اس قدر جان لیجیے کہ آنحضرت اور اہلبیت کی حالت ایسی تھی کہ یزید جیسا شقی انسان اپنی شقاوت کے باوجود متاثر ہوا۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ نسئلک اللھم باسمک الاعظم یا اللہ۔

باسمہ تعالیٰ

موعظۃ در کربلا روحی فداھم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحانک یا الٰہی بحمدک لا ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک تنزھت سرادقات جمالک عن سمۃ التقدیر والاحوال تقدست دقائق ملکوتک عن وسمۃ التغییر والزوال لدیہ العلو الاعلیٰ فوق کل عال والجلال الامجد فوق کل جلال یا ملک ویا متعال، یا متوحدا بالعظمۃ والکمال نحمدک علیٰ جمیع الاحوال ونشکرک بالغدو والاصال و نستھدیک لافضل الاعمال ونصلی علیٰ نبیک محمد نبی الرحمۃ وامام الائمۃ المنتجب من طینۃ الکرم وسلالۃ المجد الاقدم ومغرس الفخار المعرق وفرع العلاء المثمر المورق وعلیٰ اھل بیتہ الامناء والسادۃ الاصفیاء والبررۃ الانقیاء القائمین علی المحجۃ البیضاء علیھم من اللہ افضل التحیۃ والثنا مادامت الارض والسماء

خطبہ جناب امیرؑ - عباد اللہ اللہ فی اعز الانفس علیکم واحبھا الیکم فان اللہ قد اوضح لکم سبیل الحق وانار طرقہ فشقوۃ لازمۃ اوسعادۃ دائمۃ (نہج البلاغہ)

ترجمہ بندگانِ خدا! نفس کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ وہ نفس جو تمہیں سب سے زیادہ عزیز و محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حق کی راہ کو واضح کردیا ہے۔ اور اس کے رستوں کو روشن کردیا ہے۔ اب اس کے بعد یا دائمی بدبختی ہے یا سعادتِ ابدی ہے۔

جناب امیرؑ اور شعار موعظہ

یہ چند جملے ندائے جناب امیرؑ ہے امیرالمومنین علیہ السلام بار بار ندا فرماتے تھے۔ موعظہ فرماتے ہیں۔ بازاروں اور کوچوں میں جارچی (منادی کرنے والے) کی طرح ندا فرماتے تھے بازاروں اور صحراؤں میں پکارتے تھے۔ کبھی فرماتے تھے "تجہزوا رحمکم اللہ فقد نودی فیکم بالرحیل" خدا تم پر رحم کرے سامان سفر کے ساتھ تیار ہو جاؤ کوچ کا نقارہ بج چکا ہے، فرماتے تھے خدا سے اس نفس کی سلامتی طلب کرو۔ جو تمہیں سب سے زیادہ عزیز ہے۔ تم جانتے ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ نفس کا سب سے زیادہ عزیز ہونا کیا ہے۔ تمہیں اپنی جان کی قسم! بتلاؤ کہ کیا تم جو چیز چاہتے ہو۔ اسی کے لئے نہیں چاہتے۔ تمہارا فکر و خیال سب اسی کے لئے ہے۔ ذرا غور کرو کہ آپ نے اس کے حال پر رحم کیا ہے یا کہ نہیں۔ سرکار ولایت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ کی راہ تمہارے لئے واضح ہے اور اس کے رستے روشن ہیں۔ اب جبکہ آخرت کا رستہ اس قدر واضح اور نورانی ہے اب جو شخص بھی راہ حق کو ہاتھ سے دیدے وہ دائمی شقی اور ابدی بدبخت ہو جائے گا۔ اور جس کسی نے اس رستہ کو نہ چھوڑا وہ ابدی سعادتمند ہو جائیگا۔

دوستی و دشمنی کا معیار

اگر تو نے امیرالمومنینؑ کی ان باتوں کو سن لیا تو تو امیرالمومنینؑ کا دوست ہے ورنہ جان لے کہ العیاذ باللہ تو امیرالمومنینؑ کا دشمن ہے سرکار رسالتؐ نے فرمایا ہے:-

"محمدؐ کا دوست وہی ہے جس نے اللہ کی اطاعت کی اگرچہ جسمانی رشتہ کے لحاظ سے وہ حضورؐ سے دور ہی ہو۔ محمدؐ کا دشمن وہی ہے، جس نے اللہ کی معصیت کی، اگرچہ وہ ان کے خویش واقربا سے ہی ہو۔ محمد مصطفےٰ کا دوست وہی ہے جو اللہ کی اطاعت کرے سرکار رسالت اور امیرالمومنینؑ کے کلام میں کوئی فرق

نہیں ہے۔ وہ بھی اسی طرح فرماتے ہیں۔ المختصر آپ جان لیجیے کہ امیر المومنین کی دوستی زبانی باتوں سے صحیح معنوں میں پوری نہیں اترتی۔ اگر ہمارے یہی حالات رہے تو میں ڈرتا ہوں کہ ہمارے امور درست نہیں ہونگے۔ آپ سنیں یا نہ سنیں میں کہہ رہا ہوں کہ ان حالات میں ہمارے کام درست نہیں ہوں گے۔

مومن کا دل خانۂ خدا

آج میں ایک دعا کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ یہ محبت حضرت باری تعالےٰ اور محبت محمد مصطفےٰ اور محبت امیر المومنینؑ و محبت ائمہ طاہرینؑ ہمارے مردہ اور نجس دلوں پر اثر کرے۔ جب تک آپ کے دل خیالات باطلہ سے نجس ہیں۔ آپ کے کام درست نہیں ہوں گے۔ جو مسجد نجس ہوگئی ہو بھلا اس میں نماز کس طرح ہو سکتی ہے۔ مومن کا دل بھی اللہ کا گھر ہے۔ اگر نجس ہو جائے تو نماز کس طرح پڑھ سکتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ ہمارے لئے ایک گھر بناؤ۔ آپ نے عرض کیا خدایا تو مکان سے پاک و منزہ ہے ارشاد ہوا مومن کا دل میرا گھر ہے۔ پس یہ دل تعظیم الٰہی کا مقام ہے۔ اسے شکوک و شبہات سے نجس نہ کیجیے۔

دعا۔ ہاں میں چاہتا ہوں دعا کروں کہ ابھی ابھی ہمارا کام درست ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ سے میں امید رکھتا ہوں کہ ہماری طرف ایک نظر لطف فرمائے، ان ضائع شدہ دلوں پر ایک نگاہ ڈالے انشاء اللہ، خدایا اگر تو ایک نگاہ ہمارے دلوں پر فرمائے تو ہمارے سب کام درست ہو جائیں، چنانچہ تو نے ایک نگاہ عصائے موسیٰ پر فرمائی تھی۔ ان کے تمام کام درست ہو گئے تھے۔

نگاہِ لطف الٰہی اور موسیٰ علیہ السّلام

جس وقت اللہ تعالیٰ کی نگاہِ لطف عصا و دستِ موسیٰ علیہ السّلام پر پڑی۔ ارشاد فرمایا۔ ماتلک بیمینک یا موسیٰ۔ موسیٰؑ! یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض

کیا ہی عصائی - پالنے والے! یہ میرا عصا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا یہ اس کا لطف تھا۔ مرحمت اور ملاطفت تھی۔ ورنہ وہ جانتا تھا۔ کہ یہ عصا ہے حضرت موسیٰؑ کو از روئے بشریت خوف ہوا کہ مبادا امر الٰہی ہو کہ اس عصا کو بھی خوف سے دور کر دو جیسا کہ ان کے مبعوث ہونے کے وقت ارشاد فرمایا تھا کہ تمام دنیاوی اسباب و متعلقات کو اپنے سے دور کر دو۔ یہاں تک کہ جوتوں کو بھی الگ کر دو۔ اس لئے آپ نے ڈر کر عرض کیا۔ پالنے والے! یہ میرا عصا ہے اس پہ میں سہارا لے کر کھڑا ہوتا ہوں۔ اپنے مویشیوں کو اسی سے ہانکتا ہوں۔ اس سے میرے اور بھی مطالب و مقاصد وابستہ ہیں۔ میں اس سے بہت سے کام لیتا ہوں۔ حضرت موسیٰؑ کے اس عصا پر اور دست مبارک پر لطفِ الٰہی کی نظر پڑی۔ ارشاد فرمایا۔ موسیٰؑ! اس عصا کو زمین پر ڈال دو۔ جونہی آپ نے اسے زمین پر ڈالا۔ وہ ایک ایسا حیوان ہو گیا جو ہر اس چیز پر جو روئے زمین پر تھی غالب تھا اور دست مبارک میں ایک نور ظاہر ہوا جس نے تمام روشنیوں کو حتیٰ کہ آفتاب کی روشنی کو بھی ماند کر دیا۔

دُعا۔ اب میں دعا کرتا ہوں۔ بارِ الہا۔ ہمارے مردہ دلوں پر بھی ایک لمحہ کے لئے نگاہِ لطف فرما۔ کہ ان میں ایک ایمانِ کامل پیدا ہو جائے۔

نگاہِ لطفِ الٰہی اور آسیہ

غور کیجئے کہ نگاہِ لطفِ الٰہی کیا سے کیا بنا دیتی ہے۔ مثلاً فرعون کی بیوی (حضرت آسیہ) جس نے فرعون کے گھر میں تربیت پائی تھی چونکہ اس نے اللہ تعالیٰ سے ایک رابطہ پیدا کر لیا تھا۔ جب لطفِ الٰہی اس کے شاملِ حال ہوا تو اسے حضرت صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہرا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی کفو و شان میں شامل فرما دیا

دربارِ فرعون کے ساحروں پر نگاہِ لطف

اسی طرح دربارِ فرعون کے

کے جادوگر ہیں۔ جادوگر کافر ہوتا ہے۔ پہلے یہ سب کافر تھے۔ جب ابتدا میں انہوں نے اپنا کام شروع کیا تو بسم اللہ کی بجائے "بعزۃ فرعون" کہہ رہے تھے اسی وقت تھوڑی سی نظر الٰہی ان پہ پڑی۔ پردے اُٹھ گئے۔ سجدے میں گر پڑے

دُعا ہم عرض کرتے ہیں خدایا! ایک نظر لطف ہم پہ بھی فرما۔ تاکہ پردے اُٹھ جائیں، اور یہ شکوک و شبہات ہمارے دلوں سے زائل ہو جائیں انشاءاللہ امید ہے کہ اس معبود نے ایک نظر لطف ہم پر فرمائی ہے۔

چند مجالس اب میں چاہتا ہوں کہ ان مجالس و مقامات کا ذکر کروں جو ہمیں درپیش ہیں۔ حضرات! آپ سمجھ لیجئے کہ ہم اس جگہ (دنیا میں) اپنے اختیار سے نہیں آئے۔ اور نہ ہی ہم اپنے اختیار سے یہاں رہیں گے تمہارے خالق نے تمہیں خلق کیا ہے۔ دیکھئے کہاں لے جائے۔

تمہیں چند مجلسیں درپیش ہیں۔ جو کہ تنبیہ کا مقام ہیں۔

مجلس عزا پہلے یہ مجلس کہ جو ان مجلسوں کا نمونہ ہے آپ صحیح وسالم، زندہ و سلامت اس مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میرے جیسا حقیر و ہیچ انسان کچھ بیان کر رہا ہے۔ آپ اپنے خیال میں مست ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم نہیں سمجھتے یہ کیا کہتا ہے۔ یہ مجلس ان دوسری مجلسوں کا نمونہ ہے، اس وقت آپ با اختیار اور آسودہ بیٹھے ہوئے ہیں، لیکن ان دوسری مجلسوں میں آپ کو نہ اختیار ہوگا اور نہ آسودگی ہوگی۔

دوسری مجلس مقام تنبیہ ہے میں نہیں جانتا کہ وہ دوسری مجلس کونسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک دن آپ کی آخری گھڑی آئے گی۔ وہ تنبیہ کا وقت ہوگا۔ اس وقت آپ ہموار و بے طاقت ہو جائیں گے۔ اب میں وعظ کرتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں ہم نہیں سمجھتے۔

مجلس قبضِ روح

جس وقت اللہ کا مقرر کیا ہوا نمائندہ تجھے اس دنیا سے لیجانے کے لئے تشریف لائیگا۔ جونہی نگاہ فرمائے گا آپ کی تمام قوتیں رخصت ہو جائیں گی۔ اسوقت جب اسے لاکھ لاکھ نفس کا مارنا بھی مطلوب ہوتا ہے تو تمام مرنے والے جب آنکھ کھولتے ہیں تو اسے اپنے سرہانے موجود پاتے ہیں۔ اس نے سرکارِ رسالتؐ کی خدمت میں اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ تمام دنیا میرے سامنے ایک سر کی کھوپڑی بلکہ نصف کھوپڑی کے برابر ہے جناب امیر علیہ السلام اس کے قبضِ ارواح کی کیفیت کو بیان فرماتے ہیں۔ جب یہ آئے گا تو پہلے محتضر کی زبان سے قبض روح کرے گا۔ زبان بند ہو جائے گی پھر اسکی قوت کو سلب کرے گا لیکن آنکھیں دیکھ رہی ہونگی اور کان سن رہے ہوں گے۔ اس کے بعد کانوں کی شنوائی ختم ہو جائیگی۔ اور آنکھیں دیکھ رہی ہوں گی مگر کان نہیں سنیں گے۔ تمام قوتوں کے بعد آنکھوں کی طاقت کو بھی لے لیگا۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ آخری وقت آنکھیں کس طرح حرکت کرتی ہیں۔

عزرائیلؑ کی دو طرح آمد

اس کا لوگوں کی قبض روح کے لئے آنا دو طرح پر ہے وہ خود خدا کے چار مقرب فرشتوں میں سے ایک ہے چونکہ وہ آپ کی قبض روح کرتا ہے اس لئے یہ فرشتہ آپ کا پسندیدہ و مطبوع نہیں ہے اس کا آنا آپ کو بھلا معلوم نہیں ہوتا۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ گویا وہ حضرت عزرائیلؑ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ آپ کو جان لینا چاہیئے کہ عزرائیلؑ سے دشمنی خدا سے دشمنی ہے حضرت عزرائیلؑ کا نور بھی حضرت جبرئیلؑ کی مانند ہے۔ لیکن اس نورانیت کے باوجود عالمِ نزع میں ایک فاسق و فاجر کو وہ اس قدر مہیب اور سیاہ نظر آتے ہیں کہ اس سے بڑھکر ممکن نہیں ہے۔ مجھے ان کے اوصاف سے واقفیت نہیں۔ دیکھیئے وہ مومن سے کس طرح ملاقات فرماتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جب وہ مومن کی قبض روح کے لئے

آتے ہیں تو اس کے سامنے اس طرح آ کر کھڑے ہوتے ہیں جیسے حقیر غلام اپنے امیر آقا کے سامنے کھڑا ہو۔ سب سے پہلی بات وہ یہ کہتے ہیں "تیرا پالنے والا تجھے سلام بھیجتا ہے" اگر مردِ مومن کے لئے کوئی اور نعمت نہ بھی ہو تو یہ سلام ہی کافی ہے بعض ایسے انسان ہیں جو مومن تو نہیں مگر ان کی معرفت اور عبادت پہلے گروہ کے درجہ تک نہیں پہنچی ہے۔ چند صحیح احادیث میں ہے کہ ملک الموت ایسے لوگوں کو خود تلقین فرماتے ہیں۔ کہ کہو لا الٰہ الا اللہ اور تمام ان چیزوں کو جن کا تلقین کرنا ضروری ہے تلقین فرماتے ہیں۔ اور شیاطینِ عدیلہ کو بھی ان سے دور کرتے ہیں بعض دوسروں کے پاس اس طرح آتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن فرماتے ہیں کہ اگر مومن کیلئے کوئی اور نعمت نہ بھی ہو تو اس کا دیکھنا ہی کافی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے چاہا کہ ملک الموت انہیں اس طرح بھی نظر آئیں جس طرح وہ کافر کے پاس آتے ہیں جب ملک الموت اس شکل و ہیئت میں حضرت ابراہیمؑ کے سامنے آئے تو آپ غش فرما گئے۔ میں نے بیان کیا کہ کسی وقت وہ تشریف لاتے ہیں تو اللہ کی طرف سے سلام لاتے ہیں اور بعض دوسروں کے پاس آتے ہیں تو فرماتے ہیں "ابشر بلعنۃ اللہ" "اسے خدا کی لعنت کی خوشخبری ہو" اے مردِ بیچارہ و فقیر۔ اے فرزندِ آدم اپنے پالنے والے سے درست معاملہ کرو ورنہ ہلاک ہو جائیگا۔

مجلس زیرِ خاک

مجالس ثنیہ میں سے تیری تیسری مجلس زیرِ خاک ہے۔ اب تک جو کچھ ہم نے بیان کیا وہ مجالس بستر پہ یا زمین پہ تھیں۔ مجلس زیرِ خاک نہ تھی۔ آپ کو قبر میں لٹاتے ہی روح کو قبر میں لے جائیں گے۔ حکم ہوگا کہ اسے بدن میں لوٹائیں، روح کمر تک داخل ہو جائیگی اور جسم پہ متصرف ہو جائیگی اور میت میں ایک طرح کا شعور پیدا ہو جائیگا۔ کہ ہاتھوں کے ہلانے کی آواز کو سنیگی۔ ہاتھوں کے جھٹکے کو سمجھیگی جب لوگ لوٹ جائیں گے تو ان کے پاؤں کی آہٹ کو سنے گی

جس وقت مجھے سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرہ سلام اللہ علیہا کی بات یاد آتی ہے میرے دل میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ نے امیرالمومنینؑ کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ یا علیؑ! جب آپ مجھے دفن کر چکیں جلدی سے میری قبر سے نہ چلے آنا۔ بلکہ کچھ عرصہ ٹھہرنا۔ ہاں جب میت اس حالتِ وحشت میں پڑی ہوئی ہوگی ایک ہی دفعہ دیکھے گی کہ دو شخص قبر میں داخل ہوئے ہیں۔ میت اگر نیک ہے تو اس تنہائی اور وحشت کے عالم میں اسے رب العزت کی طرف سے خطاب ہوگا۔

خطاب رب العزت

"اے میرے بندے! کیا لوگ تجھے تنہا چھوڑ گئے اور کس وحشت کی حالت میں تجھے کیا نفع پہنچا سکتے تھے۔ میں تیرا معبود ہوں اور تیرے بارے میں مہربان ہوں۔ اب مجھے علم نہیں کہ ہمارے لئے بھی اس طرح ہوگا یا کہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر اس طرح ہوا تو جو فرشتے سوال کے لئے آتے ہیں وہ مبشر و بشیر ہوں گے نہ کہ منکر و نکیر، پھر وہ سوال کریں گے اس بارے میں میتیں مختلف ہیں، جواب دینگی، بعض کا جواب درست ہوگا، ان میں سے بعض سے دریافت کریں گے کہ تو نے یہ جواب کہاں سے حاصل کیا۔ وہ کہیگا میں نے لوگوں سے سُنا وہ ایسا کہتے تھے۔ میں نے بھی ایسا کہدیا۔ یعنی معرفت خدا اور دوسرے اصول دین میں تقلید پر اکتفا کیا ہے۔ یہ عقائد میں ضعیف لوگ ہیں۔ چند اور ہیں جن سے سوال کریں گے اور وہ درست جواب دینگے۔ پھر ان سے سوال کریں گے تم نے یہ کہاں سے جانا۔ وہ کہیں گے یہ ایسا امر ہے جسکی طرف میرے پالنے والے نے مجھے ہدایت فرمائی اور مجھے یہاں تک پہنچا دیا۔ یہ "ایمانِ نوری" ہے جو اللہ کے لطف و کرم سے اکثر میں ظاہر ہوتا ہے بعض ایسے ہونگے جو کوئی جواب نہیں دے سکیں گے۔ بعض ایسے ہونگے جو جواب دینگے مگر یہ آواز آئیگی۔ میرے اس بندے نے جھوٹ بولا۔ ان

تین مجلسوں کے علاوہ ابھی چار مجلسیں اور ہیں۔ آپکو چاہیئے کہ ان چار مجلسوں کے متعلق بہت ہی ڈریں۔

خوف انعکاس سب سے زیادہ جو خوف ہے وہ خوفِ انعکاس ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ جو الطاف اور مہربانیاں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیئے قرار دی ہیں ہم سے ایسے افعال صادر نہ ہو جائیں جس سے وہ مہربانیاں ہمارے برعکس ہو جائیں اور کلی طور پر خدا سے قطع تعلق کا سبب ہو جائیں۔ اب میں اللہ تعالیٰ کے الطاف اور اسکے برعکس ہو جانے کو جو ہماری طرف سے ہوتا ہے بیان کرتا ہوں۔ اللہ کے الطاف کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا۔ اب بھی کسی قدر بیان کرتا ہوں۔

آپ جو اسوقت یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہمارا مال ہم رکھتے ہیں آخر کس کا ہے؟

جو کچھ ہے خدا کا ہے فرض کیجئے کہ آپ جنگل میں گئے۔ کلہاڑے کے ساتھ آپ نے بہت زیادہ مشقت و محنت کی تکلیف اٹھائی اور ایک گٹھا ایندھن کا لے آئے۔ بتلائیے میں بھی غور کروں کہ یہ مال کس کا ہے۔ یہ تجھے کس نے دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا نے عطا فرمایا ہے اسلیئے کہ اس کمانے کی قوت اور قدرت اسی نے مرحمت فرمائی ہے۔ ع جو کچھ ہے خدا کا ہے ہمارا کیا ہے؟

الطاف بے پایاں باوجودیکہ اس نے تمام چیزیں تمہیں مرحمت فرمائی ہیں جیسا کہ آپ نے جان لیا ہے پھر ایک چیز آپ سے اس شخص کی طرح طلب کرتا ہے جو خود کچھ نہ رکھتا ہو۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضَاعِفَہٗ لَہٗ۔ آیا کوئی ہے جو خدا کو قرضِ حسنہ دے کہ خدا اس کے لئے کئی گنا زیادہ کر دے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَمْوَالَھُمْ وَاَنْفُسَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ

اللہ تعالیٰ نے مومنین سے انکے مال اور جانوں کو خرید کیا ہے جن کی قیمت جنت ہے یعنی اے مومنو! میں تم سے جنت کے معاوضہ میں تمہارے اموال اور تمہاری جانوں کو خرید تا ہوں
میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ میں سے کسی نے اللہ کے اس الطاف پر غور کیا ہے یا نہیں؟ لطفِ خدا پر غور کیجئے فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص میری خوشنودی کے لئے برادر مومن کی ملاقات کیلئے جائے وہ ایسا ہے گویا کہ وہ اپنے خدا کی زیارت کیلئے گیا ہے
ایک اور لطف پر غور کیجئے کہ قیامت کے دن بعض اشخاص سے ناراض نہیں ہوگا۔ فرماتا ہے میں کیوں ناراض نہ ہوں کہ تو میری عیادت کو نہ آیا یعنی میرا بندہ مومن بیمار ہوا تھا تو نے کیوں اسکی بیمار پرسی نہ کی۔ یعنی جو مومن کی عیادت کرے۔ اللہ اس سے قیامت کے دن ناراض نہیں ہو گا۔

صدقہ اس زمانے میں تمام امور برعکس ہو گئے ہیں۔ لوگوں نے انہیں تبدیل کر دیا ہے فقرا و مساکین بھوکے ہیں۔ کوئی انہیں کھانا نہیں دیتا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے مسکین کے کھانا کھلانے کو (قرآنِ مجید میں) اپنے ایمان کے قریب جگہ دی ہے۔

الآیۃ:۔ انہ کان لا یؤمن باللہِ العظیم ولا یحض علیٰ طعام المسکین۔

کیونکہ وہ اللہ عظیم پر ایمان نہیں لاتا اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ اس نے صدقہ دینے کی ترغیب فرمائی ہے۔ جب میت کو قبر میں رکھیں اس کے لئے کچھ صدقہ دیں۔ اگر صدقہ دینے کیلئے کچھ نہ ہو تو میت کے لئے دو رکعت نماز وحشت پڑھ دیجئے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس صدقہ کی کچھ کیفیت اور ثواب بیان کروں جو تیری نظر میں نہیں جچتا۔ لطفِ الٰہی کو دیکھئے۔ حکم ہے جو بھی مقدرت ہو وہی صدقہ دیجئے۔ اگرچہ وہ کھجور کا نصف دانہ ہی ہو۔ حضرت پیغمبر علیہ السلام ان صحابہ کو جو بہت ہی فقیر تھے نصف خرما دیتے تھے۔ غرضیکہ جو بھی مقدرت ہو راہِ خدا میں دیجئے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ فقیر کے ہاتھ پر رکھتے ہیں۔ گویا

میرے ہاتھ پر کہ میں تمہارا خدا ہوں رکھتے ہیں

صدقہ کے متعلق شعار صادق آل محمدؐ

سرکار صدق امام جعفر صادق علیہ السلام جب کسی فقیر کو کچھ دیتے تھے تو دوبارہ اس سے لیکر چومتے تھے اور پھر اسے دیتے تھے اور فرماتے تھے صدقہ خدا کے ہاتھ میں پہنچتا ہے۔

الطاف الٰہی

اور اللہ کی مہربانیاں دیکھئے گنہگاروں سے فرماتا ہے۔ اے میرے بندو جنہوں نے حد سے زیادہ گناہ کیے ہیں پھر بھی مجھ سے کہ میں تمہارا خدا ہوں مایوس نہ ہو جیئے۔ یہ ایسا مقام عفو ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ خجالت سے مر جائے۔ کامل سرکشی اور طغیان کے بعد پھر بھی گنہگار کو اپنا بندہ کہہ کر خطاب فرماتا ہے اولاد حضرت یعقوب اپنے بھائی کو جس پر چوری کا الزام تھا "اخانا" ہمارا بھائی نہیں کہتے تھے۔ کہتے تھے تیرا بیٹا جس نے چوری کی ہے نہ کہ ہمارا بھائی، اب اللہ کے لطف وکرم پر غور کیجئے۔ باوجود اس اسراف کے جو ہم نے گناہوں کے ارتکاب میں کیا ہے۔ پھر وہ فرماتا ہے۔

یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً

اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفسوں پر اسراف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

اب اے گنہگارو! آؤ اس کی بارگاہ میں استغاثہ کریں، فریاد کریں اور ایک قطرہ آنسو بہائیں، اگرچہ ہمارے گناہ زیادہ ہیں۔ مگر اس کا لطف وکرم اس کا عفو اور اسکی رحمت ان سے کہیں زیادہ ہے

یہ تو کیوں کہ کہوں میں لائق تعزیر نہیں
پر ترے رحم سے بڑھ کر مری تقصیر نہیں
میر انیسؔ

خود سرکار رسالت کے زمانہ میں بعض لوگ ایسے تھے جنہوں نے بہت سنگین گناہ کیے تھے۔ انہیں یقین نہیں تھا، کہ خدا انہیں بھی بخش دے گا۔ مثلاً وحشی وغیرہ یہاں تک کہ حکم ہوا اے پیغمبر انہیں بلاؤ اور میری زبان سے انہیں کہو "سلام علیکم" تم پر سلامتی ہو اللہ تعالیٰ کی ان مہربانیوں کو ہم نے مجمل طور پر بیان کیا ہے۔ مگر ہمارا تعلق خدا کے ساتھ اس طرح پر ہے کہ ان مہربانیوں کے باوجود ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ العیاذ باللہ اگر معاملہ برعکس ہو جائے کہ نوبت جہنم تک نہ پہنچ جائے۔ فکر یہی ہے کہ کہیں ایسی صورت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ بعض ایسے گنہگار ہونگے کہ جونہی انہیں جہنم میں داخل کرینگے پھر باہر نکال لیں گے۔ بعض کچھ عرصہ تک آگ میں جلیں گے بعض سو سال تک اور بعض کچھ کم جہنم میں رہیں گے۔ بعض ان سب سے بدتر ہیں۔ مجھے اس حالت کی فکر ہے اور خوف معلوم ہوتا ہے انہیں خطاب ہوگا "انا نسینا کم" "یعنی اے گنہگارو ہم نے تمہیں بھلا دیا ہے" خدا نسیان وفراموشی نہیں رکھتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تمہارا کام درست نہیں ہو گا۔

دعا۔ خدایا ہم تیرے ضعیف بندے ہیں۔ امید رکھتے ہیں کہ اس مجلس میں ہمارا کام درست فرما دے ہماری نوبت "انا نسیناکم" "ہم نے تمہیں فراموش کر دیا" تک نہ پہنچے۔ انشاء اللہ آپ میری تقریر سے متاثر ہوئے ہیں، خوفِ خدا سے کچھ روئے بھی ہیں۔ اب اس گریہ خوف پر ایک اور گریہ بھی کریں

گریہ و بکا بر مصائب سید الشہداؑ

حسینؑ وہ بزرگوار ہیں کہ جن کے لئے خوف کے تمام اقسام جمع ہو گئے تھے اور مخلوق کے رحم کرنے کے تمام اسباب ان سے منقطع ہو گئے تھے۔ انشاء اللہ ہم امید کامل رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر کامل رحم فرمائیگا۔ یہ امر ایک جہت رکھتا ہے۔ چونکہ مخلوق نے مظلوم کربلا پر کسی جہت سے بھی رحم نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے تمام اسباب اس مظلوم میں قرار دیئے ہیں۔ ہم جب اس مظلوم پر گریہ وزاری کریں گے امید ہے کہ اس مظلوم کی برکت

سے ہم پر رحم کیا جائے گا۔ کیا اب آپ جاننا چاہتے ہیں کہ اس مظلوم سے مخلوق کے رحم کے تمام اسباب کس طرح منقطع ہو گئے تھے۔

قابلِ رحم شیر خوار

مثلاً ایک شیر خوار بچہ پر جو پیاس سے ہلاک ہو رہا ہو ہر قوم کے افراد اپنی عداوت کے باوجود رحم کریں گے اور اسے ایک قطرہ پانی ضرور دینگے۔ لیکن یزیدی کافروں نے ایسے بچہ پر رحم نہیں کیا۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ سرکار سید الشہداء روز عاشور کسی خواہش کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔ مگر چند مقامات پر آپ نے خواہش کی مگر اس شیر خوار بچہ کے لیے خواہش کی۔ غور کیجیئے دیکھئے چند چیزیں آنحضرت کی خواہش میں تھیں۔

پہلی چیز

ایک یہ کہ تم خود ہی اس بچہ کو پانی پلا دو۔ یہ خواہش نہیں کی کہ مجھے پانی دو میں اس بچہ کے لئے لیجاؤں بلکہ خود ہی شرط بیان کر دی آؤ اس بچہ کو لے لو خود اسے ایک قطرہ پانی دیدو جو بات اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سید الشہداء کی ہر مصیبت روزِ اوّل سے بے مثل تھی اس خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ آخری سانسوں پر تھا جب اسے لائے ہیں کہ اس کے لئے پانی لیں، فرما رہے تھے کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ پیاس سے کس طرح تململا رہا ہے تڑپ رہا ہے۔ آخر سانس تک آپ اسے اٹھائے ہوئے تھے تاکہ اس کے لیئے پانی حاصل کر سکیں۔

دوسری چیز

دوسری چیز جو اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ پیاس کی شدت سے ماں کا دودھ خشک ہو گیا تھا۔ کیونکہ اگر دودھ ہوتا تو شیر خوار بچہ پانی کا محتاج نہ تھا۔ اور قریب تھا کہ پیاس سے ہلاک ہو جائے سرکار شہادت اسے لے آئے کہ شاید بچہ پر رحم کریں۔ اب میں نہیں جانتا کہ سید الشہداء جو کبھی خواہش نہیں کرتے تھے آئے اور ایک قطرہ پانی کی خواہش کی۔ انہوں نے وہ بھی نہیں دیا کاش اس پانی نہ دینے پر ہی اکتفا کرتے۔ انہوں نے تو ایسا کیا کہ امام مظلوم کا قلب مبارک

درد سے بھر گیا۔ میں نہیں جانتا کہ اس حالت میں آنحضرتؐ نے اس مذبوح بچہ پر کس طرح نظر ڈالی۔

موازنہ علی اصغرؑ و ابراہیمؑ پسر سرکارِ رسالتؐ

روایت ہے کہ سرکار رسالتؐ گھر میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ انکا بیٹا ابراہیمؑ حالت نزع میں ہے معلوم نہیں کہ ابراہیمؑ بچہ ہی تھے یا بڑے ہو گئے تھے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آپؐ نے ابراہیمؑ کو گود میں لیا اور فرمایا بیٹا! کیا کروں حکم خدا ہے صبر کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نزع میں تھے۔ نہ ہی پیاسے تھے اور نہ ہی تیر کا زخم اُنکے گلے پر تھا۔ سرکارِ رسالتؐ کی حالت بدل گئی۔ میں نہیں جانتا کہ سیّد الشہداؑ کی کیا حالت ہوئی ہو گی۔ بچہ اس حالت میں ان کی گود میں حالت نزع میں تھا۔ میں نے مجلس کو کچھ طول دیدیا۔ میں چاہتا تھا کہ گریہ زیادہ ہو۔ تاکہ خدائے مہربان کی نظر اس مجلس پڑے۔ ان مجالس کو ہم ذخیرۂ آخرت سمجھتے ہیں۔ ہمیں ان مجالس میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ گریہ خوف کی برکت سے! اور اس مظلوم پر گریہ کی برکت سے کہ جس کے لئے تمام خوف جمع ہو گئے تھے۔ ہم گناہگاروں پر رحم کرے اور ہمیں ان طرح طرح کے خوف سے جو ہمیں درپیش ہیں نجات دے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ نسئلک اللّٰھم وندعوک باسمک العظیم الاعظم یا اللہ - یا اللہ - یا اللہ - یا اللہ

باسمہ تعالیٰ

ومن موعظۃ فی کربلا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ سبحانک یا الٰہی وبحمدک لا احصی ثناء علیک کما اثنیت علی نفسک تحیرت فی اشعۃ انوار جمالک اوہام المتوہمین وتقاصرت عن کنہ کمالک افکار المتفکرین و اضمحلت فی لوامع شوق لقائک اسرار الکاملین وتزعزعت لجمال احدیتک وکمال صمدیتک قلوب العارفین نحمدک یا ربنا فوق حمد الحامدین ونشکرک الہنا فوق شکر الشاکرین ونصلی ونسلم علی نبیک محمد افضل الانبیاء والمرسلین والمبعوث رحمۃ للعالمین المنتخب من مصباح البہاء ومشکوۃ الضیاء وشرف البطحاء اوج الشرف الاقدس ونخبۃ الامکان فی الانفس وعلی اہل بیتہ الائمۃ الاتقیاء والبررۃ الازکیاء علیہم من اللہ الاف التحیۃ والثناء ما دارت الخضراء علی الغبراء واستنارت الغبراء من الخضراء

موعظہ کیا ہونا چاہئیے

کل مجلس پر کیفیت موعظہ طاری تھی، سوال تھا کہ کیا موعظہ ایسا ہونا چاہئیے جو لوگوں کے مقبولِ طبع ہو۔ لوگ اسے پسند کریں اگر یہ صورت ہے تو پھر موعظہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

واعظ ظاہری و واعظ باطنی

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ میں یہ کہونگا کہ آپ ایک اور موعظہ کے انتظار میں بیٹھئے۔ اسوقت تو موعظہ ہمارے لئے ثمر رکھتا ہے۔ اس کا فائدہ ہے۔ لیکن اس موعظہ کے وقت اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس وقت آپ موعظہ سننے پر مائل نہیں ہیں۔ آپ نہیں چاہتے کہ کوئی موعظہ سنائے۔ ایک اور واعظ آپ کے پاس آنیوالا ہے۔ میں باطنی واعظ نہیں ہوں۔ وہ واعظ جو تشریف لانے والا ہے

باطنی واعظ ہے۔ چاہیئے کہ اس واعظ کے آنیسے پہلے ایک موعظ سن لیں تاکہ اس واعظ سے پہلے ہم موعظ سے مستفید ہو چکے ہوں۔

ساری کائنات موعظہ کیلئے ہے

یہ تمام چیزیں جو آپ دیکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے قرار دی ہیں یہ فرشتے، یہ زمینیں یا جو کچھ ان زمینوں میں ان زمینوں پر اور ان زمینوں کے درمیان ہے یہ سب کچھ ہمارے موعظہ کیلئے پیدا کیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے۔ مَا خلقنا السّمٰوٰتِ والارضَ وما بینھما لاعبین وما خلقناھما الا بالحق ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان دونوں میں ہے کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ ہم نے ان دونوں کو پیدا نہیں کیا مگر حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اگر ان ہی پر آپ غور کریں تو موعظہ کیلئے کافی ہے اب اگر ہم موعظ کریں تو موعظ ایسا ہو جسمیں خوف خدا ہو۔ لوگوں کا دل نہیں چاہتا کہ ایسا موعظ کیا جائے جسمیں خوف ہو، ڈر ہو انکا دل چاہتا ہے کہ موعظ ایسا ہو جسمیں خوف نہ ہو۔ تنذیر نہ ہو۔ آپ خدا کے متعلق دھوکے میں ہیں اور جان لیجئے کہ یہ دھوکا تمہارے قدیمی دشمن شیطان کی صفت ہے۔ وغرکم باللہ الغرور تمہیں اللہ کے بارے میں غرور نے دھوکا دیا۔ غرور شیطان کا نام ہے جو تمہیں دھوکا دیتا ہے

نائب ابلیس واعظ

اب تمہارا دل چاہتا ہے۔ کہ تمہارے لئے کوئی ایسی تقریر کرے جس میں خوف اور تنذیر نہ ہو تمہیں دھوکے میں ڈال دے، مغرور کر دے۔ جو شخص اس طرح کا دھوکے میں ڈالنے والا مغرور کرنے والا (یعنی بغیر خوف و تنذیر) موعظ بیان کرتا ہے (تقریر کرتا) ہے وہ ابلیس کی نیابت کرتا ہے۔ لوگوں کو دھوکے میں ڈالنے والا مغرور ابلیس کا نائب ہے لوگوں کو خاطر جمع اور مطمئن کرتا ہے اور انہیں گناہ کی جرأت اور جسارت دلاتا ہے۔ چاہتا ہے کہ لوگوں کو کہے ڈرو مت مطمئن رہو۔ میں تو اسطرح نہیں کہتا۔ بلکہ میں کہتا ہوں آپ خود عقلمند ہیں اپنے حالات اور اپنے امور کا ملاحظہ کیجئے۔

خوف خدا اور سرکار رسالت

اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے ارشاد فرماتا ہے۔ قل انی اخاف عذاب یوم عظیم۔ اے رسول! کہدے کہ میں یوم عظیم

کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ تمہارے دل چاہتے ہیں کہ میں اسکے برعکس تمہارے سامنے تقریر کروں غور کیجئے کہ معصوم و گناہ سے منزہ پیغمبر کسطرح خوفِ خدا سے گریہ و زاری کرتا ہے تو اسقدر گناہوں کے باوجود ذرا فکر بھی نہیں کرتا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میری باری کے دنوں میں جب سرکارِ رسالتؐ میرے پاس ہوتے تھے۔ کبھی کبھی میں دیکھتی تھی کہ آپ مکان کی چھت پر ایک گوشہ میں تشریف لیجاتے تھے۔ سجدہ میں گر کر آپ اسقدر روتے تھے کہ مقامِ سجدہ کے اردگرد تمام جگہ تر ہو جاتی تھی اور اس حالت میں بارگاہِ احدیت میں عرض کرتے تھے۔ رب لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین ابدا۔ پالنے والے! مجھے آنکھ جھپکنے کے عرصہ میں بھی میرے نفس کے سپرد نہ فرما۔ آپنے سمجھ لیا کہ رسول اللہؐ خدا سے ڈرتے تھے تو اب خواہ ڈریا نہ ڈرے۔

ایک خبر۔ آج میں ایک تازہ خبر آپ سے بیان کرتا ہوں۔ یہ خبر خود ہم سے ہی منقول ہے۔ اسلامبول (قسطنطنیہ) وغیرہ سے نقل نہیں ہوئی ہے۔ میں یہ خبر آپ سے بیان کرتا ہوں بشرطیکہ آپ تسلیم کرلیں کہ میں نے صحیح کہا ہے۔ وہ خبر یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں۔ جو کچھ ہم اپنے متعلق کہیں درست ہے لیکن جو ہمارے امورِ خدا سے تعلق رکھتے ہیں جھوٹ ہیں۔ مثلاً آپ بیوی، اولاد، بچوں اور اپنے مال و دولت سے محبت رکھتے ہیں درست ہے، صحیح ہے۔ لیکن خدا کی محبت میں آپ سچے نہیں ہیں۔ کیا میں نے یہ ٹھیک کہا ہے؟ یا کہ نہیں؟ مثلاً اگر آپ کسی سے امید رکھتے ہیں تو یہ صحیح ہے اگر آپ کسی سے خوف رکھتے ہیں تو یہ بھی درست ہے۔ اگر سب لوگوں سے آپ یہ تعلقات رکھتے ہیں صحیح ہیں۔ لیکن آپ جو خدا سے تعلق رکھتے ہیں امید نہیں بدظنی ہے، دروغ ہے، جھوٹ ہے، درست نہیں۔ دیکھئے کہ کچہریوں کے اہل کار افسروں کی کسطرح خدمت کرتے ہیں، جان، مال اور ایمان سب ان کے سپرد کر دیتے ہیں۔ خدا کو حاضر و ناظر جان کر بتلایئے کہ کیا یہ بندگی ہے جو آپ کرتے ہیں۔ لیکن جو کچھ ہے وہ یہ بات ہے کہ گنہگار کہتے ہیں کہ ہم خدا سے امید رکھتے ہیں۔

ارشاد جناب امیرؑ حضرت امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں۔ یدعی بذعمہ انہ یرجو اللہ والعظیم ما بالہ لا یتبین رجائہ فی عملہ فکل من رجا عرف رجائہ فیعلمہ فکل رجائہ محقق

الا رجاء اللہ فانہ مدخول فکل خوف محقق الا خوف اللہ فانہ معلول۔ ایک گنہگار شخص اپنے خیال میں دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خدا سے امید رکھتا ہے جو جھوٹ کہتا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ سچ کہتا پھر اللہ سے امید اس کے اعمال سے ظاہر کیوں نہ ہوتی۔ جو کوئی امیدوار ہو اس کی امید کا اثر ظاہر ہے مگر امید بہ خدا کہ وہ جھوٹ ہے اور اسکا اثر ظاہر نہیں ہے۔ اور ہر خوف محقق ہے۔ مگر خدا سے خوف معلول ہے۔ اب آپ خود غور کیجئے کہ جہاں کہیں بھی آپ امید رکھتے ہیں وہ حقیقی ہے مگر خدا کے معاملہ میں مجازی ہے، دروغ ہے۔ ہماری تازہ خبروں میں سے ایک یہ خبر ہے، کہ جو تعلق ہم غیر خدا سے رکھتے ہیں ٹھیک ہے اور جو کچھ خدا کے ساتھ رکھتے ہیں وہ غلط اور دروغ ہے۔

ایک تازہ خبر

ہماری تازہ خبروں میں سے ایک تازہ خبر یہ بھی ہے کہ ایک اور خصوصیت ہم اپنے باطن میں دیکھ رہے ہیں، جو چیز آخرت میں منتقل ہونے والی ہے اسے لوگ کہتے ہیں ہم کہاں اور یہ مرتبہ کہاں؟ مانا کہ ہم سلمان نہیں ہو سکتے، ابوذر نہیں ہو سکتے نہ ہو جئے مگر کم از کم ابوجہل تو نہ ہو جئے حقیقتاً میرا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے باطن پر کچھ غور و فکر کریں۔ نہ ہم میں رحم موجود ہے نہ انصاف، نہ مروّت موجود ہے نہ غیرت۔ اے بے رحم! اے بے انصاف! اے بے مروّت! اور اے بے غیرت انسان کم از کم ان صفات خبیثہ کو تو اپنے سے دور کر لے۔ معلوم ہے کہ میں بے رحم، بے مروّت اور بے غیرت کیوں کہہ رہا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں آپکے گھر کے دروازہ پر ایک بیمار پڑا ہوا ہے۔ آپ اسے دوا نہیں دیتے، آپ کے سامنے ایک میت پڑی ہوئی ہے، آپ اسے غسل نہیں دیتے، کفن نہیں پہناتے، دفن نہیں کرتے، صلہ رحم نہیں کرتے، آپ اپنے دل میں کہیں گے کہ آپ تو ایسے نہیں ہیں، میں کہتا ہوں، آپ خوب تامل فرمائیے، غور کیجئے، سمجھئے تا کہ میں نے جو کچھ کہا اسے ثابت کر دوں۔

ایک مریض اور روحانی امراض

میں نے کہا آپ ایک مریض رکھتے ہیں، وہ بیمار آپکی اپنی "جانِ عزیز" ہے۔ کہ نہ آپ اسے دوا دیتے ہیں اور نہ غذا دیتے ہیں، نہ اسکی خبر گیری کرتے ہیں۔ نہ آپ اسے پوچھتے ہیں "اے میری جانِ عزیز! تو کس بیماری میں مبتلا ہے" میں تجھے اسکی بیماریاں بتلاتا ہوں۔ آپ تپ لازم میں مبتلا ہیں، تپ محرقہ، تپ مطبقہ، مرض الجوع

دھوک کی مرض) اور آتشک ہے۔ آپکا اہلِ یورپ کی طرف میلان دنیا کی محبت کے تپِ لازم کا نتیجہ ہے آپ کس قدر بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ آخر اس بیمار کی بیمار پرسی کیجیے۔

آتش زدگی بعض اوقات آپکے ہمسایوں کے ہاں آگ لگ جاتی ہے، ہر چند وہ فریاد کرتے ہیں آپ انکی فریاد رسی نہیں کرتے۔ سنیئے یہ ہمسائے آپ کے اعضاء و جوارح ہیں۔ انہیں گناہوں کی آگ لگی ہوئی ہے۔ آپ کا پیٹ فریاد کر رہا ہے کہ مجھے حرام مال کھانے کی آگ لگی ہوئی ہے آپکی آنکھیں فریاد کر رہی ہیں کہ نامحرم پر نظر ڈالنے کی آگ میں جل رہی ہیں۔ زبان فریاد کر رہی ہوں۔ اسی طرح تمام اعضاء و جوارح گناہوں کی آگ میں تڑپ رہے ہیں۔ جتنی بھی وہ فریاد کرتے ہیں ہم انکی فریاد کو نہیں پہنچتے

صلہ رحم آپ اپنے قوم اور قبیلے کے لوگوں سے صلہ رحم نہیں کرتے، کسی قسم کا بھی صلہ رحم نہیں کرتے یہانتک ایک "سلام" تک بھی نہیں کہتے، صلہ رحم بہت اچھی چیز ہے۔ اگرچہ ایک سلام سے ہی کیوں نہ ہو۔ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ صلوا ارحامکم بالسلام یعنی اپنے رشتہ داروں سے سلام سے ہی صلہ رحم کیجیئے۔

ایک جانکنی میں مبتلا میں نے بیان کیا ہے کہ ایک محتضر حالت نزع میں آپکے گھر کے دروازہ پر پڑا ہوا ہے آپ اسے رو بقبلہ بھی نہیں کرتے۔ آپکو معلوم ہے کہ یہ محتضر کون ہے؟ میں بتلاتا ہوں "آپکی جان عزیز ہے" اس دنیا سے جانا چاہتی ہے متواتر محتضر ہے اب جا رہی ہے اسے خدا کی طرف متوجہ کیجیئے یہی اس کا رو بقبلہ ہونا ہے۔

"اے انسانو! ڈرو، اور سوچو بعض روایات میں ہے کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ مرنے کے وقت فرشتے انکا رخ قبلہ سے پھیر دیتے ہیں۔ میں نے آپکو بتلا دیا، اب آپ علاج کیجئے کہ آپ آخری وقت رو بقبلہ خدا کی طرف متوجہ ہوں

ایک میّت اے محتضر آپ ایک میّت رکھتے ہیں، وہ پڑی ہوئی ہے نہ آپنے اسے غسل دیا ہے، نہ کفن پہنایا ہے اور نہ اس کیلئے نماز جنازہ پڑھی ہے۔ آپنے جان لیا کہ یہ میّت کون ہے۔ آپ ہی کی "جانِ عزیز" ہے۔ یہ میّت اگرچہ زندہ ہے مگر اسوقت مردہ ہے۔ کچھ لوگ دربارِ سرکارِ رسالت ص

میں موجود تھے۔ حضرت انہیں موعظہ فرما رہے تھے۔ ان اہل مجلس کے بارے میں آیت نازل ہوئی انک لاتسمع الموتی۔ آپ بھی اگر آج عمل نہیں کر رہے مردہ ہیں۔ اس مردہ کے متعلق فکر کیجئے کچھ تو اس پر رحم کیجئے۔ اس کیلئے کم از کم ایک آیت ہی پڑھ دیجئے۔ غفلت کی انتہا ہو چکی ہے۔ آخر اپنی عمر کا حساب کیجئے دیکھیے کہ کسقدر عمر گزر چکی ہے۔ اس مدت میں کسقدر مروت اور غیرت موجود ہے اس میت کو نہ آپ نے غسل دیا ہے نہ کفن پہنایا ہے۔

غسل میت اب آج آپ آئیے اس میت کو جو گناہوں کی نجاست سے آلودہ ہے رحمت کے پانی سے پاک کیجئے اور سمجھ لیجئے کہ اگر آج آپ نے اسے آب رحمت سے پاک کر لیا تو پھر تینوں غسل، غسل سدر، غسل کافور اور غسل قراح مفید ہو سکتے ہیں پاک کر سکتے ہیں۔ ورنہ ان غسلوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ آئیے اسے آنسوؤں کے پانی سے غسل دیجئے۔ یہ غسل غسل سدر ہے اس غسل سدر کے بعد غسل کافور سے غسل دیجئے۔ یہ غسل آب رجا امیدواری کے پانی سے غسل ہے پھر غسل غسل آب قراح دیں۔ یہ غسل خالص توبہ کا غسل ہے۔ اگر توفیق ہمارے شامل ہوئی اور ہم اس طرح غسل دینے میں کامیاب ہوئے۔

تلاوت تو اب چاہیئے کہ دو تین آیات قرآنیہ اس کیلئے پڑھیں۔ انشاء اللہ یہ مردہ پھر زندہ ہو جائیگا ایسا زندہ کہ پھر اس کیلئے موت نہیں ہے۔ اسوقت ایک آیت کی تلاوت اگر تاثیر کر جائے تو سو سال تک قبر پر چراغ و شمع جلا کر قرآن پڑھنے سے بہتر ہے۔ مجھے علم نہیں کہ کفن پر قرآن لکھنا جائز بھی ہے یا کہ نہیں۔ فرض کیجئے کہ آپ نے لکھ بھی لیا تو اس کا کیا ثمر ہے یا فائدہ ہے اسوقت ذوق ہے کہ قرآن کو خود اپنے دل پر لکھ لے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس میت کے لئے دو تین آیات قرآنیہ پڑھوں ممکن ہے نتیجہ خیز ہوں اور ممکن ہے کہ اس سے یہ مردہ زندہ ہو جائے گی۔

دو تین آیتیں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ ان اللہ عزیز ذو انتقام۔ گمان نہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان وعید کے خلاف جو اس کے رسولوں نے کئے ہیں کریگا۔ اللہ تعالیٰ صاحب قدرت و قوت اور صاحب

انتقام ہے۔ (جو ظالموں سے مظلوموں کا بدلہ لیگا) یوم تبدل الارض غیر الارض والسموٰت وبرزوا للہ الواحد القھار۔ کس وقت انتقام لیگا یعنی یہ زمین اور آسمان بدل جائیں گے اور تمام لوگ امر خدائے واحد و قہار کے لئے صحرائے قیامت میں جمع ہونگے اور ظاہر ہوں گے۔ وتری المجرمین مقرنین فی الاصفاد سرابیلھم من قطران وتغشی وجوھھم النار۔ تو مجرموں کو وہاں اکٹھے بندھے ہوئے دیکھے گا۔ انہیں بہت جلانے والے تنبے کے لباس پہنائے جائینگے اور ان کے چہروں کو آگ کے پردوں سے ڈھانپا گیا ہوگا۔ تری المجرمین ناکسوا رؤسھم۔ تو مجرموں کو سر جھکائے ہوئے دیکھیگا۔ اس کے بعد ایک اور کیفیت کا ذکر کیا ہے۔ وامتازوا الیوم ایھا المجرمون حکم ہوگا۔ اے مجرمو! جدا ہو جاؤ۔ انشاء اللہ ہم نے آپکے اس مردے کو جو آپکی جان عزیز ہے۔ آنسوؤں کے آب سدر سے غسل دے لیا۔ اور ندامت کا غسل کافور بھی دے لیا۔ اور خالص توبہ کے آب خالص قراح سے بھی غسل دے لیا۔ اور مردہ پر قرآن بھی پڑھا اور اسے لباس تقویٰ کا لباس بھی پہنا دیا تمام کام ہو چکے۔ اب آخر میں آئیے اس مردہ کو دفن بھی کریں۔ اس مردہ کو امام مظلوم کی قبر پر لیجاکر قبر مطہر کے سامنے دفن کریں۔ بلکہ میں تجھے اس سے بھی بلند و برتر بات کہتا ہوں۔ کیا ضروری ہے کہ میں کہوں کہ اس مردے کو مظلوم کربلا کی قبر مطہر کے سامنے لے جائیے۔

مومن کا دل قبر حسین ہے

میں تو یہ کہتا ہوں کہ آئیے اپنے دلوں کو مظلوم کربلا کی قبر قرار دیجئے۔ فیقلوب من والاہ قبرہ۔ ان لوگوں کے دلوں میں جو سید الشہداؑ سے محبت رکھتے ہیں۔ سرکار سید الشہداؑ کی قبر ہے۔

آئیے امام حسینؑ سے صحیح محبت کرنے والوں میں داخل ہو جئیے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں اثر پیدا کرے گا۔ اور آپ اثر کو قبول کریں گے۔ اور دل کے پودے اس کے پھلوں سے بارور ہو جائیں گے۔

نسئلک اللھم وندعوک باسمک العظیم الاعظم۔ یا اللہ

تمت بالخیر